بندۂ پروردگارم امت احمد نبی
دوست دار چار یارم تابع اولاد علی
مذہب حنفی دارم ملت حضرت خلیل
خاک پائے غوث اعظم زیر سایہ ہر ولی

امیرِ شریعت علامہ بُخاریؒ
اور
اُن کے عقائد

تالیف:
سید عارف احمد قادری

شائع کردہ:
انجمن تبلیغ الاسلام جموں و کشمیر
نورباغ، سرینگر

بندۂ پروردِگارم عزوجل اُمتِ احمد نبی ﷺ | دوست دارِ چار یارم رضی اللہ عنہم تا بہ اولادِ علی علیہ السلام

مذہبِ حنفیہؒ دارم ملّتِ حضرت خلیل علیہ السلام | خاکپائے غوث الاعظم رضی اللہ عنہ زیرسایہ ہر ولیؒ

امیرِ شریعت علّامہ بخاریؒ
اور
ان کے عقاید

سُنے کون قصّۂ دردِ دل میرا غمگسار چلا گیا۔۔۔

جسے آشناوں کا پاس تھا، وہ وفا شعار چلا گیا۔۔۔

تالیف

سیّد عارف احمد قادری

(نارہ بل کشمیر)

شائع کردہ:۔ انجمن تبلیغ الاسلام جموں و کشمیر نورباغ سرینگر

☆ نام کتاب — امیر شریعت علامہ بخاری اور ان کے عقائد (حصہ اول)

☆ مؤلف — سید عارف احمد قادری (نارہ بل، کشمیر ہندوستان)

موبائل نمبر۔ **7006348914**

اِی میل نمبر۔ **Yagous786@gmail.com**

☆ پروف ریڈنگ : سید آصف رضا صاحب۔

☆ کمپیوٹر کمپوزنگ : مولف از خود

☆ سنہ اشاعت **اول** : ۲۰۱۸ء

☆ (اضافہ شدہ ایڈیشن : ۲۰۲۳ء

☆ تعداد : (۱۱۰۰)۔

☆ **قیمت** : (Rs.200/=)

☆ کتاب ملنے کا پتہ : مرکزی دفتر انجمن تبلیغ الاسلام جموں وکشمیر نور باغ سرینگر

فہرست موضوعات

۱۳۔خصائیص نامِ ''محمد ﷺ''۔

۱۴۔اولیت نبوتِ مصطفیٰ ﷺ۔

۱۵۔تعظیم واختیار مصطفیٰ ﷺ۔

۱۶۔مولود النبی ﷺ کی تقریباتِ سعیدہ کا انعقاد مسلمانوں کا حرزِ جان اور موجب سعادت وشفاعت۔

۱۷۔حضور ﷺ واقفِ اسرارِ حق۔

۱۸۔مثلیت وبشریت۔

۱۹۔انبیاء کرام علیہم سلام معصوم عن الخطاء ہیں۔

۲۰۔مسلہ حیات النبی ﷺ کی مکمل تحقیق۔

۲۱۔حیاتِ انبیاء علیہم سلام پر سلف وخلف کا اجماع۔

۲۲۔حاضروناظر پر ایک مفصل بحث۔

الف)۔نماز میں حضور علیہ سلام کی ذات مقدسہ کا تصور کرنا عشق ومحبت اور انجلائے قلب کی دلیل ہے۔

ب)۔تشہد میں حضور علیہ سلام پر عرضِ سلام کا طریقہ۔

۲۳۔خاصان حق کا وسیلہ جائیز ہے۔

۲۴۔خطمات مروجہ قرآن وحدیث کے ہی کلمات ہوتے ہیں۔

۲۵۔آیت ''وَمَا اُهِلَ بِهِ لِغَيرِ الله....'' کی تشریح وتفسیر۔

تـقـريـظ مـن الاستـاد عـميـد الـكـلية الشـرقية جـامـعـه مدينة العلوم حضرتبل سرينغر خطيب صومعة الـنـقشبـنـد خـواجـه بـازار سـريـنـغـر

بسم اللّٰه الرّحمٰن الرّحيم

حسبنا اللّٰه و كفٰى سمع اللّٰه لمن دعٰى ليس وراء منتهٰى و الصّلٰوة و السّلام على سيّدنا محمد ن المصطفٰى وعلٰى اٰلهٖ واصحابهٖ البررة الاتقياهم بنجوم الهدىٰ علٰى مطالع الهدية فطوبىٰ لمن اقتدىٰ فقد نال السعادة االقصوىٰ۔امّا بعد:

لا يخفٰى عن ذوى الافهام فى بلاد الكشميرى انّ الاستاد،السيّد محمد قاسم شاه البخارى كان عالمًا فاضلًا فى علوم الدّين من التفسير والفلسفة،وانّه‘ لمّا رجع من الهند بعد الفراغ اجتهد فى منطقة الكشمير واطرافها فى اشاعة الدّين على النهج المستقيم من سلف الصّالحين رحمهم اللّٰه اجمعين، وشرع الدّراية فى الكليّةً شرقيّة كان اقامها ’’انجمن نصرة الاسلام‘‘ ثمّ اسّسَّ كليةً جديدةً سمّا ها’’ **كليةً حنفيةً**‘‘ فى سرينغر لاشاعة العلوم الشرقيّة من العربية والفارسية والحقها بجامعة الكشمير لحصول اسناد الفضيله للتّلامذة من الجامعة فتكون تلك الوضيلة وسيلةً لمعاشهم ۔وقد اجاد فى زمنهٖ فى اشاعة الدّين على النهج المستقيم ۔الّذى اقامها سلف الصالحين رضوان اللّٰه تعالٰى عليهم اجمعين وكان ذالک النهج المستقيم مطابقًا من اوّله الٰى آخره لما قال اللّٰه تبارک و تعالٰى فى القرآن

الکریم:"والسّابقون الاوّلون من المهاجرين والانصار والّذين اتّبعوهم باحسان رضى اللّٰه عنهم ورضوا عنه"

وانّ سيد عارف احمد القادرى من احبّاء هٰذالاستاد وانّه مخلص رشد كانت له صحبة ومعية لهٰذا الاستاد الجليل فتولّد له حبٌّ وعقيدة له محرَّراوراقًا معدودةً فى حالات هٰذا الاستادوجمع اقواله وفتاواه وهٰذا احسانٌ عظيمٌ منه للتلامذة ولاهل العلم واليجعىٰ ونتعلّم كيف نعمل ونشكر اللّٰه تبارك وتعالىٰ فجزاه اللّٰه خير الجزا ويجب علينا ان نشكر اللّٰه تبارك علىٰ ان ارسل الينا نبيًّا عظيمًا فهدانا فى جميع شعب الحياة علىٰ الفطرة السليمة كمال قال الشيخؒ"الّذى بلغ الرسالة وادّى الامانة ونصح الامّة وكشف الغمّة وجل الظلمة وعبد ربّه حتّٰى اتاه اليقين۔"

وتدعواللّٰه تبارك وتعالىٰ بان يعطى اجرًا اجزيًلالسيّد عارف القادرى علىٰ هٰذا الاحسان۔هل جزاء الاحسان الّا الاحسان.فباى آلاء ربّكما تكذبان.

Mohammad Toib Kamli

Principal Oriental College Madinat Ul Aloom

Srinagar

19/7/2018

تقریظ

(از قلم جگر گوشہ امیر شریعت وصدر آل جموں وکشمیر انجمن تبلیغ اسلام حضرت مولانا سید فرید الرحمٰن بخاری صاحب دامت برکاتہم العالی۔)

"نحمده، ونُصلّی ونسلّم علیٰ رسولهِ الکریم الامین المکین الکریم الحلیم الرّؤف الرّحیم.

امابعد.

حضرت علامتہ العصر مولینا اسید محمد قاسم شاہ بخاریؒ سابق صدر انجمن تبلیغ الاسلام ،بانی حنفی عربی کالج ومہتمم اعلی راقم کے والد بزرگوار ایک مشہور ومعروف سرکردہ بخاری خاندان کے چشم وچراغ تھے۔مرحوم وموصوف کے اسلاف علمی وروحانی کمالات کے عظیم مراتب ومقامات پر فائز تھے۔اس خاندان کے مشائخ برصغیر ہندوپاک میں اہم دینی مراکز اور تاریخی مقامات پر دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیتے تھے۔بخاری صاحبؒ کا خاندان علم وعمل کا پیکر تھا۔تعلیم وتدریس اور روحانیت وتربیت کا مرکز مانا جاتا تھا۔تاریک کشمیر کے حوالے سے جو معلومات مجھے بہم پہنچی ہے ان سے واضع ہوتا ہے کہ بخاری خاندان نے دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ کے قابل ذکر کام انجام دیا ہے۔جہاں تک میرے والد محترم کی انفرادی اور معاشی زندگی کا تعلق ہے، وہ قابل رشک ہے۔تقویٰ وپرہیزگاری،صوم وصلواۃ کی پابندی اور سادہ زندگی قابل رشک ہے۔وہ رات دن دین اسلام کی خدمت میں مصروف ہوتے تھے۔خدمت دین،تسنیف وتالیف اور درس

وتدریس می جو وقت بچتا تھا وہ ریاضت وعبادت کے لئے وقف ہوتا تھا۔انجمن تبلیغ الاسلام حنفی عربی کالج کی تعمیر وترقی ،طلباء واستاتذہ کی ضروریات اور اخراجات کی فکر ہر وقت انکو دامنگیر ہوتی تھی۔رضائے الٰہی ،عشق بنی کریم ﷺ اور اولیاء کاملین کی عقیدت ومحبت سے ان کا دل سرشار تھا۔وہ ہر کام یکتائے روزگار تھے۔

عزیزِ محترم سیّد عارف احمد صاحب نے قبلہ بخاری صاحبؒ کے ظاہری وباطنی عقاید پر جو رسالہ مرتب فرمایا ہے وہ قبلہ بخاری صاحبؒ کی ذات سے والہانہ محبت کی عکاسی کرتا ہے۔میں بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ خداوند کریم یہ نیک کام قبول فرما کر موصوف کو خیر دارین سے نوازے۔آمین۔

سید فرید الرحمٰن بخاری

(صدر انجمن ومھتمم حنفی عربی کالج)

ہدیہ تحریر

از قلم حضرت علامہ محمد سعید الدین قادری صاحب صدر انجمن تبلیغ الاسلام صوبہ شمالی کشمیر۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ.

"نحمده' ونُصلّی ونسلّم علٰی رسولہِ الکریم الامین الحلیم الرّؤف الرّحیم0

امابعد!

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت آنحضرت ﷺ نے فرمایا "اَلۡعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الۡاَنۡبِیَاءِ..." علماء ربّانی وارثِ وراثت انبیاء کرام علیہم الصلواۃ والسّلام ہیں۔ جو دنیا کی بقاء کے محور اور عقبٰی کی فلاح کے وسیلہ ہیں۔ ایسے علماءِ کرام کا علم وعمل اور طریقہ حیات اور دینی عقاید حُجّت ایمان ہیں۔ جس پر عامۃ المسلمین کو عمل کرنا خدا اور اس کے رسول ﷺ کا ارشاد اور امر ہے۔ اور اُس طریقہ حیات وعقاید سے ذرّہ برابر اِدھر اُدھر ٹلنا زوال ایمان کا باعث بن سکتا ہے۔ خداوند قدوس ہر ایک مسلمان کو علماءِ ربّانی کے عقاید وعمل پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اُن ہی علماء ربّانی میں سے برصغیر کے مشہور ومعروف علاّمہ امیر شریعت وطریقت حضرت مولانا سید محمد قاسم شاہ صاحب بخاریؒ سابقہ صدر انجمن تبلیغ الاسلام ہیں۔ جن کا علم وعمل حصول ایمان کے لئے مشعل راہ ہے۔ اور جن کے عقاید اہلسنت

والجماعت کے مسلمانوں کے لئے ایک لامثال حُجّت ہے۔جس کا کوئی جواب نہیں۔اس سلسلہ میں عزیزالقدر سیّد عارف احمد قادری صاحب نارہ بل طال اللہ عمرہُ نے اُن کی تالیفات وتصنیفات کا قدرے احاطہ کرکے اُن ہی کی تحریرات میں سے یہ رسالہ ترتیب دیا ہے جس کا نام ''امیر شریعت علاّمہ بخاریؒ اوران کے عقاید (حصہ اول)'' ہے۔جوایک عظیم کام ہے۔جو ہرایک مسلمان کے لئے بدعقیدہ گی کی بیماری کے لئے تریاق اکبر کا کام دے سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کا یہ کام قبول فرمائے اور قارئین کو پڑھکر عقاید سدھارنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین۔

محمد سعیدالدین خادمِ انجمن۔

تحفہ کلمات

(از حضرت علامہ ومولانا غلام احمد سہروردی صاحب جنرل سیکریٹری انجمن تبلیغ الاسلام جموں وکشمیر)

امیر شریعت وطریقت، مفسّر قرآن حضرت علامہ سیّد محمد قاسم شاہ صاحب بخاریؒ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ آپ کی تقریباً ڈیڑھ سو تصنیفات وتالیفات ملت اسلامیہ کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہے۔ شفاءُ البشر فی شرح کبریت احمر، منصفہ حضرت سیدالاولیاء شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؓ، شرح ذخیرۃ الملوک، مصنفہ امیر کبی حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ، تاج العارفین منظوم ترجمہ عربی وشرح وردالمریدین مصنفہ علامہ بابا داود خاکیؒ ان شہرہ آفاق تصّوف کے شاہکار تاریخی کتابوں کی تفصیل سے شرح فرما کر اپنی خداداد علمی قابلیت وروحانی عظمت، عشق ومحبت اور عقیدت ومودت کا اظہار فرما کر اہلسنت والجماعت اور صوفی مشرب کی جو ترجمانی فرمائی ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔

آپ کی فاضلانہ، عالمانہ اور عارفانہ یہ تشریح بصیرت قلبی کے لئے ایکسرے سے کم نہیں ہے۔ آپ کی تحریر وتقریر آپ کے عقاید کی روشن دلیل ہے۔

یقیناً آپ سلفُ الصالحین کے ارشادات اور عقاید کی ایک عملی تصویر تھے۔ آپ اکثر حضرت سلطان العارفین محبوبُ العالم شیخ حمزہؒ کے آستانہ عالیہ کی زیارت کا شرف حاصل کر کے آپ کے روحانی فیض اور رہبری سے مستفیض ہوتے تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں مجھے آپ کے دولت خانہ پر مجلس مولود النبی ﷺ میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی

ہے۔ اور آپ خود مجلس میلاد النبی ﷺ کی قیادت فرماتے تھے۔

سرزمین کشمیر کے مایہ ناز روحانیت کے عظیم المرتبت بزرگ فقیر ملت حضرت سیّد میرک شاہ صاحب کاشانیؒ سرپرست انجمن تبلیغ الاسلام اور مشائخ وعلماء کشمیر کے اصرار پر آپ اہلسنت والجماعت کی دیرینہ تنظیم انجمن تبلیغ الاسلام میں شامل ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں فقیر ملت کی سرپرستی میں امیرا کدل درگاہ غوثیہ انجمن کے ریاستی سہ روزہ اجلاس می علامہ بخاریؒ صدر انجمن تبلیغ الاسلام جموں وکشمیر منتخب ہوئے۔ حضرت فقیر ملتؒ کی سرپرستی اور حضرت علامہؒ خاری صاحبؒ کی قیادت میں انجمن کو زبردست استحکام پیدا ہوا۔ ریاست بھر کے کونے کونے میں اس کی شاخیں قایم ہوئی۔ مدرسہ حنفیہ۔ اسلامی لائبریریوں اور مکاتب اسلامیہ کا جھال پھیل گیا۔ قبلہؒ خاری صاحبؒ نے حنفی عربی کالج کی بنیاد ڈالی۔ رسالہ الاعتقاد اور حنفی اخبار کا اجراء عمل میں لایا۔ جس سے حنفی مسلک اور صوفی مشرب کو غیر معمولی تحفظ اور تقویت حاصل ہوئی۔ یقیناً آپ کی قیادت میں انجمن اور خوریدہ اہلسنت والجماعت میں عظیم روھانی اور بیداری کا انقلاب رونما ہوا۔ اولیاء کرام کے مشن کی عملاً آبیاری فرما کر اس کو روشن کردیا۔

بخاری صاحبؒ کی سادگی۔ تقویٰ۔ بے لوث خدمت، پاکیزہ زندگی، درس وتدریس۔ مہمان نوازی۔ ملنساری۔ ندامت وشفقت ہی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اپنی زندگی کا بیشتر وقت تحصیل علم اور تعلیم وتدریس میں صرف فرمایا۔ آپ نے دنیاوی دولت اور سرمایہ سے مکمل بے اعشنائی فرما کر زادِ آخرت کی عظیم دولت اپنے ساتھ لی۔ کشمیر کے کونے

کو نے آپ کے شاگرد رشید استاد۔مبلغ۔خطیب اور مزہبی رہنما کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

محترم سیّد عارف احمد صاحب نے حضرت علامہ بخاریؒ کے عقاید اہلسنت والجماعت کے نام سے ایک رسالہ تالیف فرمایا۔اس میں نہایت ہی شرح بیست کے ساتھ علامہ بخاریؒ کی کئی تصانیف سے استفادہ حاصل کر کے سعی جمیل فرما کر ایک عظیم خدمت انجام دی۔خداوند کریم ہر خاص و عام کو قبلہ بخاری صاحبؒ کی ذات گرامی سمجھنے کی توفیق بخشے اور عزیزی محترم عارف صاحب کو جزائے نیک عطا کرے۔آمیں۔

غلام احمد سہروردی۔

جنرل سیکریٹری و خادم انجمن تبلیغ الاسلام۔

کلماتِ تھنیت

نحمده، ونصلّی ونسلّم علیٰ رسوله الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین!

امّا بعد!

عرصہ قبل سیّد عارف احمد قادری صاحب نے راقم کو بذریعہ فون مطلع کیا کہ وہ قبلہ حضرت سیّد محمد قاسم شاہ صاحب بخاریؒ کے تحریری سرمایہ میں سے نمونہ کے بطور اہلسنت والجماعت کے چند عقائد و معمولات کے حوالے سے تحقیقی مقالہ پیش کرنے جارہے ہیں اس سبب کہ دورِ حاضر کے چند ناواقف، ناعاقبت اندیش اور احسان فراموش افراد قبلہ حضرتؒ کی ذات کے بارے میں برعکس رائے کا اظہار مختلف مجالس ومحافل میں کر کے اپنی بدطینتی کا ثبوت دیتے ہیں۔

اب چند ایّام پہلے عارف صاحب نے اس سعی خیر کو تکمیلی مرحلے تک پہنچا کر راقم کو اسکی ایک Soft Copy بھیجی ہے کہ نوک پلک سنواروں۔ یہ انکا بندۂ سراپا تقصیر کے متعلق سراسر حُسنِ ظن ہے اللہ اسے حقیقت بنادے (آمین)۔

قارئین عظام یہ سارا کام موصوف اُس دور میں انجام دے رہے ہیں کہ جب پوری وادی میں انتشار اور خوف ودہشت کا ماحول طاری ہے اور کشمیری قوم کس مپُرسی کی زندگی گذار رہا ہے۔ حالت یہ ہے کہ یہاں کے گھر ویران اور قبرستان آباد ہو رہے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ اربابِ اقتدار دنیا کے دوسرے ممالک کے لوگوں کو یہاں کے قدرتی خوبصورت

مناظر دیکھنے کی دعوت دیتے ہیں لیکن اسکا انتظام یوں کیا جاتا ہے کہ یہاں کے اصل مکینوں کو جوان تمام چیزوں کے اوّلین حقدار تھے سے آنکھیں ہی چھینی جاتی ہیں اور یوں اُس ظلم بھری کہانی کو دھراتے ہیں جو تاج محل کے معمار سے منسوب ہے۔

بنے ہیں اہل ہوس مدّعی بھی منصف بھی
کسے وکیل کرے اور کس سے منصفی چاہے

ایسے میں سیّد عارف صاحب نے اُمّتِ مسلمہ کی وَحدت اور اجتماعت کے دفاع میں ہی یہ کام سرانجام دیا ہے اسطرح کہ بفحوائے حدیث ''**لن یفلح الاخر ھٰذہ الامۃ الّا بما افلح اوّلھا**'' اُمّتِ مسلمہ کی سالمیت، استحکام اور بقاء کا راز اس بات میں ہی مضمر ہے کہ اُمّت اپنے پاکباز اسلاف کے نقوش اور طریقہ سے جڑی رہے۔ اور بقول حکیم الاُمّت علامہ اقبالؒ:

راہ آبا رو کہ ایں جمعیت است

پاکباز اسلاف کے تئیں مخاصمانہ رویّہ اپنانے والوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے! ایسا کرنے سے اس قسم کے لوگ امّت میں تفرقہ پیدا کر کے ایک اجتماعی نوعیت کے فعلِ شنیع کے مرتکب بنکر ''**واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعًا ولا تفرّقوا ۔۔۔**'' حکم ربّانی کے عملی منکرین میں اپنا شمار کراتے ہیں۔

غرض سیّد عارف صاحب نے ظلم و تعدّی کے ماحول میں اُمّت کے ایک ذی حِس فرد کا فرض نبھاتے ہوئے اسلاف کے تئیں پھیلائی جارہی منافرت اور اسکے نتیجہ میں اُمّت

کے شیرازہ بکھرنے کے بچاؤ کی تدبیرِ خیر پیش کی ہے۔اللہ شرفِ قبولیت سے نواز دیں ۔(آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ علیہ وسلّم)

ارشاد حسین شاہ

(کوکرگنڈ، یاری پورہ کولگام)

۳ شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰ اپریل ۲۰۱۸ء، بروز جمعہ

ابتدائیہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمدہ، ونُصلّی ونسلّم علٰی رسولہِ الکریم

امابعد!

''اَلۡعُلَمآءُ وَرَثَۃُ الۡاَنۡبِیآء۔۔۔۔۔'' (حدیث)

امیر شریعت حضرت علاّمہ سیّد محمد قاسم شاہ صاحب بخاریؒ ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' والے فرمانِ نبویؐ اور پسند فرمودہ طریق کے عملی امین ہونے کی صورت میں ماضی قریب میں برصغیر کی ایک عظیم اور ستودہ صفات شخصیت گزری ہے جنہوں نے وادی کشمیر کے ساتھ ساتھ پورے برصغیر میں ایک مالی کی طرح گلستانِ اسلام کو تر و تازہ اور شاداب رکھنے کی تادمِ آخریں اپنی تمام تر کوششیں وقف رکھیں۔ حضرت علاّمہ مرحوم نہ صرف شریعت بلکہ طریقت کے اساتین میں سے تھے اور باقاعدہ کئی عظیم شخصیاتِ علمیہ و روحانیہ سے مُستفید و مُستفیض تھے جن میں سے چند ایک کا تذکرہ حضرت نے خود اپنی کئی مؤلفات میں کیا ہے جن میں سے پیر طریقت، مفسر قرآن حضرت شیخ محمود الطرازی المدنیؒ (استاذِ حدیث، مسجد نبوی زاداللہ شرفاً و تعظیماً) قابل ذکر ہیں جنکا ذکر خیر حضرت قبلہ مرحوم نے خصوصیت کے ساتھ ''**نور البصر ترجمہ کبریت احمر**'' اور ''**انفاس قدسیہ**'' میں کیا ہے حضرت شیخ محمود الطرازی

المدنیؒ ۱۳۷۳ھ ۱۹۵۳ء میں وادی کشمیر تشریف لائے تھے اور جب علاّمہ بخاریؒ ان کی خدمت میں ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تھے تو حضرت شیخ محمود الطرازی المدنیؒ کو ان سے بہت اُنسیّت ہوئی۔ اور جب حضرت شیخ محمود الطرازی المدنیؒ کی وادی سے واپسی کا وقت پہنچا تو انہوں نے ملاقات کے لیے تشریف لانے والے سبھی حضرات سے حضرت بخاری صاحبؒ قبلہ کا دامن تھامنے کی تلقین کی۔ حضرت شیخ محمود الطرازی المدنیؒ کے ہاں قبلہ بخاریؒ صاحب کی قدر و منزلت کیا تھی اسکا صحیح احساس اور اندازہ حضرت المدنیؒ کے عطا کردہ اس اجازت نامے سے ہوگا جو انہوں قبلہ بخاریؒ کی بابت رقم کیا ہے۔ جسکو بعد میں قبلہ بخاریؒ صاحب نے ''**نورالبصر**'' ترجمہ کبریت احمر میں شامل کیا ہے۔ اس جگہ حضرت شیخ محمود الطرازی المدنیؒ کے اس اجازت نامے کا متن اور ترجمہ پیش کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

ملاحظہ ہو:

اجازت نامہ:

''اُرسِلُ هٰذِهِ الهدية الفاخِرة الٰى حضرة حبيبى اخى الفاضل فخر عصرهِ دُرّة دهرهِ مولينا وبكلٌّ تعظيم اوليٰنا مولنٰاالمكرم فضيلة الشيخ السَيّد مُحمد قاسم البخارى الكشميرى مدظلهُ تعالٰى رزقنا اللّٰه زيارتهُ وتقبيل يَده الكريمة مع الاِجازةِ الرسمّيةِ لِقرأتهِ وتعليم من يستحق القراَة وَالاِجازة لعلى ويتقنى باهليتةِ بل بفوقِيتهِ علٰے امثالى كثر اللّٰه امثالَهُ وَاُجيزهُ كمااجاذنٰى اساتذنى ومشائخى جميع الطرق وَوظَألف سلاسل المُقّربينَ رضى اللّٰهُ عنهم وَرضاهم.''

''العبد العاجز محمود عفى عنه''

(نورُالبصر فی ترجمہ کبریت احمر صفحہ:۴)

ترجمہ:

یہ عمدہ ترین ھدیہ (کبریت احمر شریف وقصیدہ غوثیہ) اپنے محبّ، برادر مکرم، صاحبِ فضیلت، فخر زماں، لال بے بہا، لایق تعظیم، مولانا مکرم فضیلۃ الشیخ حضرت علامہ سید محمد قاسم شاہ بخاری کشمیری مدّ ظلہ العالی کی خدمت میں ارسال

کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کی زیارت اور مبارک ہاتھ چومنا نصیب فرمایا مع اس رسمی اجازت نامہ کے، اس کے پڑھنے کا اور سکھانے کا جو اس کے پڑھنے کا اور اجازت علمی کا حقدار ہے۔۔ اور اپنی اہلیت اور قابلیت کی وجہ سے علم کا ذخیرہ حاصل کرے بلکہ میرے علم/دلیل جو ان کی فوقیت ہے اور میں ان کو اجازت دیتا ہوں جیسا کہ میرے اساتذہ اور میرے تمام طرق کے مشائخ نے اور سلاسل مقربین وظائف رضی اللہ عنھم ورضاھم۔

(ترجمہ: از مولانا سید مرتضےٰ صاحب، گلوان پورہ، سوئیگ)

یہاں پر مجھے اپنا ایک واقعہ یاد آرہا ہے جو ۲۰۱۵ء میں میرے ساتھ پیش آیا اور جس سے مجھے اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ علامہ بخاریؒ آج بھی روحانی طور اپنے چاہنے والوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ جو میں آج آپ سے بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جب احقر نے اپنی پہلی کتاب ''رسالہ ذکریہ'' کی تالیف کو مکمل کیا اور Publisher کو میل کرنے کے بعد رات کو بستر میں جاتے وقت دل میں خیال آیا ''آہ! اے کاش! آج علامہ بخاریؒ ہوتے جو اس تالیف پر اپنی نظرِ ثانی کرتے! بہر حال اسی تشنگی کے ساتھ رات کو مجھے حضرت علامہؒ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور اس زیارت نے میری تشنگی کو دور کیا۔ معاملہ کچھ اس طرح سے پیش آیا۔ ''میں حضرت کے پاس حنفیہ عربی کالج میں گیا جو دروازہ سے باہر آرہے تھے اور حضرت نے احقر کو دیکھ کر فرمایا: میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا! دکھاو مجھے کیا لکھا ہے آپ نے، اور جب میں نے اپنی تالیف پیش کی تو حضرت نے اس کو پڑھ کر فرمایا کہ: ماشاء اللہ

بہت ہی مدلل تالیف ہے لیکن اس میں ایک حدیث مبارک کا باب توسل میں اضافہ کرنا ہے تو یہ مکمل ہو جائے گی''۔ باقی آپ کی یہ کتاب دلایل کے اعتبار سے برحق ہے۔

حدیث مبارک ''عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، قال،قال رسول ا للہ صلی اللہ علیہ وسلم :ما تریدون مِن علی؟ما تریدون مِن علی؟ما تریدون مِن علی ؟ اِنّ علیاًمِنی وأنامنہ،و ھوولی کل مؤمن من بعدی.(''ترمذی الجامع الصحیح ،۶ـ۸۷،ابواب المناقب،رقم:۳۷۱۲'')،

(ابن کثیر نے امام احمد کی روایت ''البدایہ والنہایہ،۵:۴۵۸''میں نقل کیا ہے)(ناصر الدین البانی نے ''سلسلۃ احادیث الصحیحہ ،۴:۳۳۱،رقم:۱۷۵۰''میں اس حدیث کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی شرائط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے۔اسکے علاوہ یہ احادیث مبارک اور بھی بہت ساری کُتب احادیث میں موجود ہے۔جیسے کہ،نسائی،مسند احمد بن حنبل وغیرہ وغیرہ۔)

'' عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تم لوگ علی کے متعلق کیا چاہتے ہو؟تم لوگ علی کے متعلق کیا چاہتے ہو؟تم لوگ علی کے متعلق کیا چاہتے ہو؟'' پھر فرمایا:''بے شک علی م(علیہ سلام) مجھ ؐ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے''۔

خود صوفی وصافی عالم اور بزرگ ہونے کے ساتھ سبھی علماء اور داعیانِ دینِ متین کے ظاہر و باطن میں اخلاص وللّٰہیّت کے بے حد متمنی تھے اور کسی بھی صورت میں انمیں ثنویت(Duality)اور تضاد دیکھنا گوارا نہ کرتے تھے بلکہ علماء کے ظاہر و باطن میں تضاد پر افسوس کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

''کہ خود گم ہست کہ را رہبری کند''

یعنی شریعت، طریقت و معرفت سے کوسوں دور علماء روحانی لحاظ سے خود مریض اور سخت بیمار ہیں مگر بدقسمتی سے اپنے امراض سے بے خبرِ محض ہو کر معالج اور ڈاکٹر بن بیٹھتے ہیں۔۔۔۔مزید آگے لکھتے ہے کہ'' آج اسلامی ملکوں میں جو تشتت و افتراق ہے اس کے باعث بھی کچھ علماءِ دین ہی ہیں کہ جنھوں نے علمِ دین کا مقصد حصولِ دُنیا قرار دیا۔گو سب ایسے نہیں ہیں، اب بھی ماشاء اللہ بہت سے لوگ دین حق کی خدمت کرتے ہیں۔ بہر حال جہاں عصر حاضر میں ایک جماعت یورپ کی عینک آنکھوں میں لگا کر سلف و صالحین کی عظمت و رفعت گرانے کے درپے ہے، اور اسلام کو مادی طور وطریقہ کے مطابق پیش کرنے پر تلی ہوئی نظر آتی ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک ایسی جماعت بھی پیدا ہوئی جو نہ صرف سلف و صالحین، بزرگانِ دین، اولیاءُ اللہ، ائمہ مجتہدین اور ان کے آثار طیبہ مبارکہ قدسّیہ کی طرف دعوت دیتی ہے؛ بلکہ وہ ان کی طرف سے حتی الامکان ذبّ و دماغ بھی کرتی ہے۔۔۔۔یہ جماعت خاص طور پر ہندوپاک اور کشمیر میں مبارک فریضہ انجام دیتی ہے۔ ریاست جموں و کشمیر میں خصوصیت کے ساتھ یہ اہم فریضہ انجمن تبلیغ الاسلام جموں و کشمیر مدّت مدید سے نہایت خاموشی کے ساتھ تقریر و تحریر اور تبلیغ و تنظیم کے ذریعہ انجام دے رہی ہے۔ چنانچہ انجمن تبلیغ الاسلام کے دارالمؤلفین نے اب تک ماہنامہ التبلیغ، الاعتقاد اور اخبار حنفی کے علاوہ درجن ہا چھوٹی بڑی کتابیں عوام المسلمین کے سامنے پیش کیں۔''

(اَلتَّنوِیُر بذکر الامیر الکبیرؒ، صفحہ:٦۔٨)

ہندو پاک میں مذکورہ شعار پر چلنے والی تنظیموں کے الگ الگ نام ہو سکتے ہیں لیکن وادی کشمیر میں اس فریضہ کی انجام دہی کے لیے بیسویں صدی میں انجمن تبلیغ الاسلام کو اہلسنت والجماعت کی سرخیل تنظیم ہونے کا شرف حاصل ہے جسکی تائید عالمی شہر یافتہ عالم، مبلغ اور رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادریؒ کے اُس خط سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے قبلہ بخاری صاحبؒ کے نام علاقہ جمشید پورہ (ہندوستان) کے کئی مدارس اور تنظیموں کو انجمن تبلیغ الاسلام جموں وکشمیر کے ساتھ منسلک کرنے کی سفارش کے حق میں لکھا ہے۔ خط کی افادیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم اس جگہ اسے درج کردیتے ہیں اور یہ ہمارے اُن تمام احباب کے لیے لمحہ فکریہ کا سامان بھی ثابت ہوگا جو انجمن تبلیغ الاسلام جموں وکشمیر کے نصب العین اور لائحہ عمل کے حوالے سے غلط فہمی کے شکار بنتے ہیں۔ خط پڑھکر بآسانی ایک سلیم الفطرت اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ علاّمہ ارشد القادریؒ جیسی برصغیر کی قدآور علمی شخصیت بھی علاّمہ بخاریؒ صاحب کے کام سے نہ متاثر تھے بلکہ متفق اور مطمئن بھی۔ علاّمہ ارشد القادری کے مذکورہ خط کی عبارت پیشِ خدمت ہے:

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادریؒ کا خط

''صدر العلماء حضرت علامہ سید محمد قاسم شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی صدرِ مرکزی انجمن تبلیغ الاسلام جموں وکشمیر، سرینگر۔

السّلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! مزاج ہمایوں!

شمالی ہندوستان کے طویل سفر سے واپسی پر ماہنامہ ''**التبلیغ**'' سرینگر کشمیر بابت ماہ مئی ۱۹۷۷ء کے مطالعہ سے آنکھیں شاد کام اور دل مسرور ہوا،اس سے قبل بھی ماہنامہ ''التبلیغ'' اور پندرہ روزہ اخبارِ ''حنفی'' سرینگر کے متعدد شماروں کے ذریعہ آپ حضرات کی تنظیمی، تبلیغی،اور علمی سرگرمیوں کی تفصیلات سے محظوظ ہوتا رہا ہوں۔

وادی کشمیر کے لالہ زاروں میں عشق وایمان اور عقیدت وعرفان کے جوگُل ہائے رنگارنگ آپ حضرات نے کھلائے ہیں۔اب ان کی خوشبو سے کشورِ ہند کے دوسرے خطے بھی مہک رہے ہیں۔ابھی ضلع رائے پور (صوبہ کرناٹک) سے ڈاکٹر سید عبدالستار صاحب قاضی آرگنائزر آل انڈیا تبلیغ الاسلام صوبہ کرناٹک نے آپ کی انجمن (انجمن تبلیغ الاسلام جموں وکشمیر) کے ساتھ اپنے تعلیمی ادارے کے الحاق کی درخواست کی بابت میرے پاس خط لکھا ہے کہ میں آپ سے منظوری کی سفارش کروں۔منظور کرنے کے قابل ہوں تو ان کی درخواست کرلی جائے۔پچھلے دنوں آسام کے تبلیغی دورے میں ''تبلیغ الاسلام'' کے نام سے صوبائی سطح پر ایک انجمن کا قیام عمل میں آیا ہے۔میں نے وہاں کے کارکنوں کو ہدایت جاری کردی ہے کہ وہ آپ کی انجمن کے ساتھ رابطہ قایم کرلیں۔

رسائل کے ذریعہ انجمن تبلیغ الاسلام جموں وکشمیر کی سرگرمیوں کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ بہت وسیع دائرے میں آپ حضرات نے اس کے تعلیمی اور تبلیغی مشن کو پھیلا دیا ہے۔خصوصیت کے ساتھ مذہبی اور جماعتی فلاح وبہبود کے مختلف شعبوں کے درمیان دستوری نظم وضبط کی خبریں پڑھ کر ایک ذہین اور فعال اور سوزِ قیادت کا غائبانہ یقین دل میں

پیدا ہو گیا ہے۔

جموں و کشمیر کے سنی مسلمانوں کی دینی ارجمندی قابلِ رشک ہے کہ اس دورِ پُرفتن میں انہیں انجمن تبلیغ الاسلام جیسی صالح، حق پرست، ایمان پرور اور سلفِ صالحین کی روایات و افکار کا احترام کرنے والی تنظیم سے منسلک ہونے کا شرف حاصل ہے۔

میں انجمن تبلیغ الاسلام جموں و کشمیر کے قائدین سے مؤدبانہ گذارش کروں گا کہ وہ کشمیر کی وادی سے باہر ملک کے دوسرے خطّوں میں بھی اپنی آواز پہنچائیں۔ کروڑوں خوش عقیدہ مسلمانانِ ہند پُرجوش جذبہ محبت کے ساتھ اُن آواز کا خیر مقدم کریں۔۔۔۔الخ۔ وسلام۔

مخلص

ارشد القادری (جمشد پور، بہار)

جنرل سیکریٹری ورلڈ اسلامک مشن

۲۸ شیر برج روڑ بریڈفورڈ ۲ انگلینڈ۔ 8-7-1977۔"

(بحوالہ: ماہنامہ "التبلیغ" ۱۹۷۷ء جون و جولائی)

امیر شریعت حضرت علاّمہ سیّد محمد قاسم شاہ بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ علمی کا احاطہ کرنا ہم جیسوں سے ممکن ہی کہاں! لیکن کچھ تنگ نظر دوست اور کور باطن علم و تحقیق کی کمی کے سبب موجودہ دور میں حضرت کے عقائد کو، عقائد اہلسنت والجماعت کے برعکس

قرار دینے کی بے بنیاد اور مذموم کوشش کرتے ہیں۔اس سے حضرت کی ذات پر تو کوئی حرف نہیں آتا بلکہ ان جیسی حرکتوں سے تو اُمتِ مسلمہ انتشار کا شکار ہو رہی ہے۔

حضرت ایک مایہ ناز عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اعلیٰ پایہ مصنّف اور شیرین بیان واعظ بھی تھے۔آپؒ ایک مخلص داعی دین تھے اور ۱۹۶۰ء میں آپ انجمن تبلیغ الاسلام جموں وکشمیر کے صدر منتخب ہوئے اور مسلسل چالیس سال یعنی تا حیات ظاہری (۱۹۶۰ء۔۲۰۰۰ء) انجمن کے نصبُ العین یعنی حنفی مسلک اور صوفی مشرب کے منہج پر دینِ حق کو گھر گھر پہنچانے کی مبارک سعی اور قابل رشک جدوجہد کرتے رہے۔

سال ۲۰۱۳ء میں خادم کو علامہ سید محمد اشرف صاحب اندرابیؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا اور دوسرے دوست واحباب یعنی مولانا سید بلال کرمانی صاحب، اخی المکرّم سید آصف رضا صاحب اور محترم شاہد لطیف مخدومی صاحب کے ہمراہ حضرت اندرابی صاحبؒ کے دولت خانہ واقع جڈورہ پلوامہ پر حاضری کا موقع نصیب ہوا۔ داخل ہوتے ہی علیک سلیک کے بعد حضرتؒ نے مولانا کرمانی صاحب سے تمام حاضرین کے مشاغل ومصروفیات کے بارے میں پوچھا تو اِس پر جناب مولانا کرمانی صاحب نے محترم سید آصف رضا صاحب اور میرا تعارف دیتے ہوئے ہمارا تعلق انجمن تبلیغ الاسلام جموں وکشمیر کے ساتھ ظاہر کیا۔۔۔۔ انجمن سے ہمارے تعلق اور نسبت کو سماعت فرماتے ہی حضرتؒ بہت خوش ہوئے اور ہمیں انجمن تبلیغ الاسلام خصوصًا امیر شریعت حضرت علامہ بخاریؒ اور ان کے مشن کے ساتھ ہمیشہ وفادار رہنے کی نصیحت کرتے ہوئے انجمن اور علامہ

بخاریؒ کے بارے میں اپنی عقیدت کا اظہار کچھ اس طرح سے فرمایا:

''علامہ بخاریؒ جیسے عالم کا کوئی بدل نہیں ہے۔ وہ نہایت مخلص، متّقی اور اعلیٰ قسم کے پرہیز گار تھے۔۔۔ علامہ بخاریؒ اعلیٰ درجہ کے عالم، مبلغ، داعی، ادیب، محدّث ہونے کے ساتھ فقیہُ الوقت بھی تھے۔ اور بحثیت مبلغ اعتدال کو برقرار رکھنے کا عزم رکھتے تھے۔ ان کے ساتھ تبلیغی دوروں پر میرا اکثر جانا رہتا تھا اور میں نے کبھی بھی ان کو حق بات فرمانے سے کتراتے نہیں پایا۔ وہ فرد نہیں بلکہ خود میں ایک تحریک کی صفت کے مالک تھے۔۔۔ چونکہ ابتدا میں ہی جب میں دارالعلوم دیو بند سے فارغ ہو کر واپس لوٹا تو علامہ بخاریؒ سے میری ملاقات ہوئی تو اس ملاقات کے دوران انہوں نے فرمایا کہ مولانا اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم نے علماء دیو بند سے تعلیم حاصل کی ہے مگر مجھ سے میرے استاد نے ادارے سے رخصتی کے وقت ایک نصیحت فرمائی تھی کہ جب وادی واپس پہنچو گے تو وہاں دعوت و تبلیغ اپنے اسلاف کے طریقہ پر ہی انجام دینا۔ اور آج میں آپ کو بھی یہی مشورہ دیتا ہوں کہ آپ بھی ان روایات کو برقرار رکھنے کا ہمیشہ خیال رکھنا۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ بخاریؒ کے عقاید میں کوئی تبدیلی علماء دیو بند سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی نمودار نہ ہوئی۔ حتّٰی کہ وہ محفلِ مولود میں باضابطہ طور شرکت اور تکمیل پر قیام (قیام تعظیم و سلام) بھی کرتے تھے۔''

نوٹ: یہی نصیحت علامہ بخاریؒ کو اپنے والد مرحوم کے شاگردِ خاص حاجی احمد اللہ صاحب نقاش مرحوم (صفا کدل) نے فرمائی تھی اور علامہ بخاریؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ہی مجھے بتایا ہے کہ میرے قبلہ گاہ صاحب کا اندازِ تدریس کیسا تھا، کس طرح طلباء کو پڑھانا چاہیے اور کیسے اپنی روایات کی حفاظت کرنی چاہیے۔)

حضرات قارئین کرام! یہاں پر علامہ بخاریؒ کے عقائد کا ذکر آیا تو اس سلسلہ میں

ضمناً آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ علامہ بخاریؒ نے جو ترجمہ قرآن موسوم بہ ''**کفایت البیان**'' کشمیری زبان میں لکھا ہے اس میں سورۃ فتح کی آیت **لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر** کا جو ترجمہ موجود ہے وہ ہرگز علامہ بخاریؒ کا نہیں ہوسکتا کیونکہ علامہ بخاریؒ کا عقیدۂ عصمت انبیاء علیہم السّلام یوں واضح اور شاہد ہے:

''کہ وہ سب خلق سے افضل ہیں اور پاک ہیں خدا نے ان کو پانی کمال رحمت سے آدمیوں کیطرف بھیجا ہے کہ نیک راہ بتلائیں، دین و دُنیا سنواریں اور ان کو قسم قسم کے معجزات دئے کہ ان کی راستی میں کوئی عاقل آدمی شک نہ لائے وہ سب گناہوں سے پاک ہیں۔ صغیر گناہوں یا کبیرہ، نبوت سے پہلے بھی اور پیچھے بھی اور یہی مذہب ٹھیک اور حق ہے۔'' **(اس کی مزید تفصیل آپ اسی کتاب میں انہی کے قلم سے لکھی گئی تحریرات میں پائیں گے)**

چناچہ خادم مذکورہ آیت (سورۂ فتح) کے ضمن میں یوں عرض گذار ہے کہ علامہ بخاریؒ نے اس آیت کا باقاعدہ طور ترجمہ وتفسیر مع دلائل اپنی دوسری تصنیفات میں درج کیا ہے جن میں ''**انفاسِ قدسیہ**'' اور ''**تریاقِ اکبر**'' قابل ذکر ہیں اور اُن ابحاث سے مکمل طور یہی عیاں ہوتا ہے کہ سورۃ فتح کی اس آیت کا یہ ترجمہ علاّمہ بخاریؒ کا نہیں ہوسکتا کیونکہ ''**کفایت البیان**'' ان تصنیفات کے بعد یعنی امیر شریعت علامہ بخاریؒ کی وفات کے بعد شائع کیا گیا ہے جبکہ **انفاسِ قدسیہ**، **تریاق اکبر** اور دیگر تصنیفات وتالیفات اُنکے دورِ حیات میں ہی شائع ہوئی ہیں۔ اور میں انجمن تبلیغ الاسلام جموں وکشمیر کی قیادت سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اس ''**کفایت البیان**'' کے آنے والے ایڈیشن میں آیت مزکور کے فوٹ نوٹ میں علامہ

بخاریؒ کی دیگر تالیفات میں موجود اس کا شرح شامل کریں۔ (**هُـدًى وَّذِكْرىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ**)

بہرحال احقر نے ان ہی جیسے اہم مسائل اور پیدا شدہ اشکالات کا ازالہ کرنے کی خاطر برصغیر کی اس عظیم علمی وروحانی شخصیت، مفسر قرآن، محدث زماں، فقیہ الوقت امیر شریعت، استاذ العلماء حضرت علامہ ومولانا سید محمد قاسم شاہ بخاری صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے عقائد اُنہی کے تحریری سرمایہ میں سے نمونہ کے بطور جمع کرنے کی سعی کی ہے تاکہ یہ انکی شخصیت اور عقائد کے برعکس کہنے والی زبانوں کے لیے قفل ثابت ہو جو خود میں اپنا میاں مٹھو بنے رہتے ہیں! نیز اکتاب کے ابتدا میں راقم نے علامہ بخاریؒ کا ریڈیو کشمیر میں موجود صدا بند ونشر شدہ انٹریو کا کشمیری زبان سے اردو میں ترجمہ کرکے شامل کیا ہے جو علامہ بخاریؒ کی سوانح حیات ان کی اپنی زبانی ہے۔ جس کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کے سامنے کسی اور کی لکھی ہوئی سوانح حیات کی کوئی حیثیت نہیں۔

انشاءاللہ " **امیر شریعت علامہ بخاریؒ اور ان کے عقائد حصہ اول** " کے بعد اس کا دوسرا حصہ جس پر خادم دوسرے رفقاء کے ساتھ کام کر رہا ہے کو بھی جلد منظر عام پر لایا جائے گا اور اس کے شمول کی فہرست آخری صفحہ پر شامل تالیف کئے گئے ہیں۔

اب آخر پر ان علماء کرام کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے اس تحقیقی تالیف پر اپنے تاثرات دے کر اس کو مزید زینت بخشی اور اہل علم حضرات سے ملتمس ہوتا ہوں کہ اگر اس میں کوئی خامی نظر آئے تو خادم کو مطلع کر کے مشکور فرمائے۔

العبد احقر۔
سید عارف احمد قادری، نارہ بل۔
(۷۰۰۶۳۴۸۹۱۴ فون)
خادم انجمن تبلیغ الاسلام جموں و کشمیر۔

امیر شریعت حضرت علامہ و مولٰینا سیّد محمد قاسم شاہ بخاریؒ صاحب

کا

ایک اہم انٹرویو

ابتدائیہ: ہماری آج کی اس محفل کے مہمان (ذی وقار)، وادی کشمیر کے مشہور عالم دین، فاضل اور اُستاد سید محمد قاسم شاہ بُخاری صاحب ہیں۔ بخاری صاحب نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن کا موضوع اور تعلق خاص کر اخلاقیات اور دینیات کے ساتھ ہے۔ بُخاری صاحب آج کے اس ماحول میں جس کے اندر عقائد کا فُقدان اور کردار کا بحران اِنتہا پر ہے کے اندر اپنے مخصوص اور منفرد طریق سے اصلاح اور کھوئے اقدار کی بحالی کے لئے دل میں عزم مصمّم اور درد رکھتے ہیں۔ بُخاری صاحب وقتاً فوقتاً عربی اشعار بھی لکھتے ہیں۔ اس محفل میں جناب بُخاری صاحب کے ساتھ جو حضرات شریک گفتگو ہیں ان میں جناب رشید نازکی، عبدالاحد رفیق، رسول پانپوری صاحب اور میں خاکسار مرغوب بانہالی ہوں۔ میرے خیال سے اصولِ ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم سوالات کی شروعات اس طرح کرینگے کہ بخاری صاحب ہمیں اس بات سے آگاہ فرمائیں گے کہ وہ کب پیدا ہوئے؟ کس ماحول میں انہوں نے تربیت حاصل کی؟ اس کے علاوہ ہم ان سے بعد میں زندگی کے باقی پہلوؤں پر بھی بات کریں گے۔

جناب بُخاری صاحب!

جناب مرغوب صاحب تقریباً میں سنہ ۱۳۴۰ھ کے قریب پیدا ہوا ہوں۔ میری پیدائش میرے ننھیال چھتہ بل سرینگر پیر گلہ شاہ صاحب صدیقی کے دولت خانہ پر ہوئی ہے جو میرے نانا جی تھے۔ اصل میں، میں گندر پورہ عیدگاہ کا رہنے والا ہوں۔ میرے والد بزگوار کا نام مولوی سید عبدالکبیر ہے۔ تقریباً میں نو دس سال کی عمر کا ہی تھا کہ میں والد محترم کے سایہ شفقت سے محروم ہوا۔ اسکے بعد میری سرپرستی اور تعلیم و تربیت خاندان کے بزرگ افراد جنمیں میرے عمِ محترم اور برادر اکبر جناب سید غلام حسن صاحب قابل ذکر ہیں نے کی۔ اتنا مجھے یاد ہے کہ قرآن شریف اور فارسی کے کچھ اسباق میں نے اپنے قبلہ گاہ کے ہاں پڑھے ہیں۔ ان کی وفات کے بعد میری طبیعت میں ہیجانی کیفیت طاری رہی۔ میں اب بھی اس ہیجانی واضطرابی کیفیت کا بیان نہیں کرسکتا ہوں۔ البتہ برادر اکبر (جناب سید غلام حسن صاحب) مجھے مختلف علاقوں کے اسفار میں اپنا مُصاحب رکھتے تھے جن میں ہندوارہ، ماور شامل ہیں۔ یہاں ہمارے خاندانی مریدین اور خادمین بھی ہیں۔ برادر محترم ان علاقہ جات میں تبلیغِ دین کی غرض سے جاتے تھے چونکہ میں بھی انکے ساتھ ہوتا تھا تو مجھے بھی وہاں پڑھاتے تھے۔ انہی علاقوں کے تبلیغی دوروں کے دوران میں نے ان سے گلستان ، بوستان، علم صرف میں سے کچھ رسائل اور فقہ کی چند کتابیں پڑھی ہیں۔ اسی اثناء میں جب میری عمر تقریباً ۱۵ سال کی تھی ایک طالب علم نے مجھ سے ایک مسئلہ پُوچھا۔ میں اس طالبِ علم کو اطمینان بخش جواب نہ دے سکا۔ اسکے ساتھ ہی میری طبیعت میں شدّت کے ساتھ اس بات کا احساس پیدا ہوا کہ مجھے مزید تعلیم حاصل کرنی چاہیے۔ (نوٹ: شریک گفتگو حضرات

میں سے کوئی صاحب اس پر گویا ہوتا ہے کہ حضرت اس طالبِ علم نے آپ سے کیا سوال پوچھا تھا؟ تو قبلہ بخاری صاحب جواب دیتے ہیں کہ اس نے پوچھا کہ آپ بتادیں وضو میں واجب کیوں نہیں ہیں؟ کیونکہ اس وقت جو موضوع زیرِ بحث تھا وہ وضو اور اسکے متعلقات تھے ۔میں نے جب وضو کے فرائض اور سنن پر بات کی تو اسپر اس طالبِ علم نے استفسار کیا کہ وضو میں واجبات کیوں نہیں ہیں؟ میں نے محسوس کیا کہ جسطرح کا علمی جواب اسکو دینا مقصود تھا وہ میں نہ دے سکا۔اس طرح مجھے مزید علم حاصل کرنے کی ایک تحریک مل گئی۔ قدرتی طور پر ہمارے گھر کا جو ماحول تھا وہ یکسر مختلف تھا یہ کہ اقتصادی حیثیت سے ہم بہت کمزور تھے البتہ تقوی، پرہیز گاری کے لحاظ سے کہیوں سے بہت اعلیٰ تھے۔حالانکہ ہمارے کچھ رشتہ دار تو بہت امیر تھے جن میں میرے پھوپھا جان مولانا محی الدین صاحب جو بڑے مولانا ہمدانی صاحب کے چاچا تھے جو پھر اسلام آباد گئے جہاں پر انہوں نے حنفیہ ہائی اسکول کی بنیاد ڈالی، یہ اسلام آباد ہجرت کر چکے تھے مگر کبھی کبھی وہ ہمارے گھر آیا کرتے تھے۔اس کا بھی میری زندگی پر اثر تھا۔میرے ماما جی پیر احمد صاحب صدیقی بھی ہمارے گھر آیا کرتے تھے۔ دیہات اور شہر کے کچھ طلباء گرما میں میرے قبلہ گاہ صاحب کے پاس پڑھنے آتے تھے۔شہر کے طلباء میں سے مجھے یاد ہے جو بڑی عزت واحترام سے قبلہ گاہی کا نام لیتے تھے وہ حاجی احمد اللہ صاحب نقاش مرحوم (صفا کدل) اور انہوں نے ہی مجھے بتایا ہے کہ میرے قبلہ گاہ صاحب کا پڑھانے کا طریقہ کیسا تھا، کس طرح طلباء کو پڑھانا چاہیے اور کیسے اپنی روایات کی حفاظت کرنی چاہیے۔اسی طرح میرے چاچا جی کے والد نسبتی پیر خلیل صاحب

وانٹ پورہ جو مشہور تھے وہ بھی ہمارے گھر آیا کرتے تھے۔غرض میری زندگی پر ان حضرات کا گہرا اثر رہا۔ ہمارے خاندان کے علمی و روحانی روابط نہ صرف کشمیر بلکہ بیرون ریاست کے علماء ومشائخ سے بھی رہے ہیں۔ ہمارے خاندان کی ایک شاخ پنجاب (پاکستان) کے اندر واقع ہے جس میں سید محمد یُوسف شاہ ناگڑھی ہوئے ہیں۔''ناگڑیاں'' پنجاب کی ایک جگہ کا نام ہے اور اسی شاخ کے ساتھ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کا تعلق ہے۔ان کے خطوط ہمارے قبلہ گاہ صاحب کو موصول ہوتے تھے جن میں بہت زیادہ ادبیت دیکھنے اور سیکھنے کو ملتی تھی ان خطوط میں بہت سارے آج بھی ہمارے ہاں موجود ہیں۔غرض ہمارے خاندان میں پہلے سے ہی علمی ماحول رائج تھا۔ بہر حال جب اس طالب علم نے یہ سوال پوچھا تو گھر والوں کو بتائے بغیر اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے میں طلبِ علم کے سفر پر روانہ ہوا۔(چونکہ ان دنوں آر پار آنے جانے میں سرحد اور لکیر کی کوئی بندش نہ تھی) اس لیے میں نے بارہمولہ والے راستے کو اپنے لیے منتخب کیا۔لنگیٹ کے قریب ایک جگہ بیچر وارہ ہے اسی گاؤں سے مولانا عبدالکبیر صاحب جو مدینۃ العلوم میں بھی پرنسپل تھے کا تعلق تھا۔(مولانا صاحب اُس وقت کشمیر کے بجائے امرتسر میں اپنے فرائض منصبی انجام رے رہے تھے)۔میں نے لوگوں سے ان کی بہت تعریف سُنی کہ یہ کشمیری طلباء کے بڑے ہمدرد ہیں میں موقعہ کو غنیمت جان کر مزید کچھ سوچے بغیر بارہ مولہ پہنچا جہاں سے میں نے راولپنڈی لاہور بس پکڑی اور مجھے یاد ہے کہ انہوں نے مجھ سے 2.1/4 روپئے بطور کرایہ راولپنڈی تک وصول کیے۔چونکہ کشمیری باشندہ ہونے کے سبب میں امرتسر اور اپنی جائے مقصود سے بھی ناواقف تھا۔۔۔

بہر حال وہاں مجھے کچھ کشمیری ساتھی ملے جو بڑے نیک اور بلند اخلاق تھے جنہوں نے میرا پتہ پوچھا تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس کو ہم اپنے ساتھ لیں گے ہمیں علی پور جانا ہے اور مجھے یاد ہے کہ انہوں نے بولا کہ ہمیں فلاں مولانا صاحب نے پیر جمات علی شاہ صاحب کیلئے تحفہ دیا ہے تو ہمیں جانا ہی ہے اسکو ہم مولوی عبدالکبیر صاحب تک امر تسر پہنچائیں گے۔(بدقسمتی سے ان خیر خواہ حضرات کے اسمائے گرامی مجھے اب یاد نہیں) ۔چنانچہ انہوں نے مجھے مولانا عبدالکبیر صاحب تک امرتسر حال بازار محمد یہ مسجد میں پہنچایا۔تو ان سے کہا کہ یہ لو جی آپ کے سپرد ہے، سپرد ہے اور سپرد ہے۔مولانا نے مجھ سے میرا تعارف پوچھا۔ان کو بھی ہمارے قبلہ گاہ کا تعارف تھا کیونکہ کمراز (جس کے ساتھ مولانا عبد الکبیر صاحب کا تعلق تھا) میں ہمارے خاندانی تعلقات تھے ۔اسطرح مولانا عبدالکبیر صاحب نے میری پندرہ مہینے وہاں پر علمی رہنمائی فرمائی۔اس اِدارے کا نام ''نصرت الحق ''امرتسر تھا اور اس کے مہتمم مولانا عبدالسلام بابا تھے جن کے آباء اصل میں احمدا کدل (سرینگر) کے تھے،مولوی عبدالغنی شملوی جنہوں نے مشہور 'قصیدہ غوثیہ'' کی شرح لکھی ہے کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے۔،،

سوال: کیا مولانا عبدالکبیر صاحب بھی کشمیری تھے؟

جواب: جی ہاں بلکل وہ بھی خاص کشمیری بیچر وارہ لنگیٹ کے رہنے والے ہیں۔

بہر حال انہوں نے میری بڑی حوصلہ افزائی کی۔میرے کھانے پینے اور لباس کا انتظام مولانا عبدالکبیر صاحب نے ہی کیا۔میں یہ نہیں کہوں گا کہ وہ صاحبِ ثروت تھے مگر ایک دوسرے

سے لیکر انھوں نے شفقت کی ۔ وہ ہر کشمیری سے شفقت کا بے انتہا جذبہ رکھتے تھے۔ اس دوران ایک واقعہ پیش آیا کہ جب میں نے مولانا کے پاس ''کافیہ'' (اصول فقہ کی کتاب) شروع کی ہم کل پانچ آٹھ طلبا تھے، **الکلمتُ لفظ وُضِعَ ۔۔۔** سے آپ اس وقت کھو گے کہ میں بیکار باتیں کرتا ہوں مگر میں کہونگا کہ علمی وسعت انکی اتنی تھی کہ آٹھ دن انہوں نے صرف یہی **الکلمت** پر مفصل بحث کی۔ بحث اسطرح چلی کہ، **الف لام ، میں الف لام اِستغراقی، الف لام عھد خارجی ،الف لام عھدجنسی اور الف لام عھد ذھنی** ان الفاظ کو عرب لوگ ایک خاص انداز میں استعمال کرتے ہیں لہذا ان کو ابتداء میں ہی مکمل طور سیکھنا چاہیے۔ جس کے فوائد یوں ہے کہ طالب علم میں ایک اعلیٰ معیار کا ذہن بنتا ہے۔ یہ مولانا کے پڑھانے کا معیار تھا۔ مولانا (یعنی مولانا عبدالکبیر صاحب) سے ایک طالب علم نے سوال پوچھا کہ مولانا آپ کے پاس کتنے لوگوں نے علم حاصل کیا؟ جواباً مولانا نے فرمایا تقریباً ۹۰۰ افراد نے۔ طالب علم نے مزید پُوچھا کہ حضرت کتنے کامیاب ہوئے ؟ مولانا نے فرمایا سات طلباء کامیاب ہوئے۔ اور میرا اندازہ ہے کہ سات میں سے جس ایک (مولانا سید محمد قاسم شاہ صاحب بخاری) کی طرف مولانا نے اشارہ کیا وہ بھی ابھی کامل نہیں تھا ! بعد میں ہمارے کچھ ہم سبق کہنے لگے کہ یہاں وقت ضائع ہوتا ہے ۔ اور ہمارے ایک ہم سبق حکیم غلام نبی صاحب جو اسوقت جماعت اسلامی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں کے چاچا پیر حبیب اللہ صاحب جن کو ہر ایک (کشمیری طلباء) کے ساتھ شفقت تھی وہاں آئے اور غصہ میں انہوں نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے اس سوا سال میں کچھ حاصل نہیں

کیا ہے۔! یہ بہت نیک تھے اور اپنے پرائے میں کوئی فرق نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ لوگ دہلی چلے جاو وہاں پر زبان بھی اچھی ہے آپ وہاں تعلیم حاصل کرو۔ اسطرح منشائے ایزدی سے ہم پانچ کشمیری طالب علم دہلی پہنچے۔ یہ کشمیر مہم کے بعد دوسرا سال یعنی ۱۹۳۳ء تھا۔

سوال: اسوقت آپ کی عمر کیا تھی؟

جواب: یہی کچھ سترہ یا اٹھارہ سال ہوتی یا پھر اس سے بھی کم پندرہ سال ۔اور وہاں (دہلی) اس وقت تقریباً چالیس دینی مدارس تھے۔ مدرسہ نعمانیہ، مدرسہ حسن بخش، مدرسہ عبدالرّب، مدرسہ امینیہ، مدرسہ صدیقیہ، مدرسہ سبحانیہ، مدرسہ رحمانیہ وغیرہم قابل ذکر ہیں۔ اور ان تمام مدارس میں اعلیٰ ترین مدرسہ، مدرسہ امینیہ مانا جاتا تھا جس کے سرپرست حضرت علامہ و استاد مولانا محمد کفایت اللہؒ صاحب (صدر علماء ہند، مفتی اعظم ہند، شیخ الحدیث) تھے۔ میں نے جب اس مدرسہ میں داخلہ لیا تو یہاں ایک قاری، پانی پتی لہجہ میں پڑھاتے تھے (یہ بات اس غرض سے عرض کر رہا ہوں کہ شاید اس سے ہمارے بچوں کو بھی تحریک مل سکے) میں نے ان سے عرض کیا کہ ہمیں بھی کچھ پڑھایا کریں تو انہوں نے فرمایا کہ ٹھیک ہے جس کے بعد انہوں نے مجھے چار ماہ سورہ فاتحہ کی قرآت پڑھائی اور اس کے بعد بھی فرمایا: ''قاسم! تم کچھ نہیں پڑھو گے آپکو قرآن پڑھنا نہیں آتا ہے!'' اس مدرسہ (مدرسہ امینیہ) میں ہم نے تین سال تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ میں مولانا عبدالحنان، مولانا عبد مالک سواطی اور مولانا نہال احمد صاحب (جو بیس سال کے کم عمر استاد تھے مگر علمِ مناظرہ

میں وہ یکتائے روزگار تھے اور بڑے بڑے علماء بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے) جیسے اساتذہ قابل ذکر ہیں۔

وہاں سے فارغ ہو کر ہم نے ایک سال مدرسہ صدیقیہ (جہاں پر حضرت علامہ و مولٰینا انور شاہؒ کشمیری کے مشہور شاگرد مولانا محمد صدیق صاحب نجیب آبادیؒ، جنہوں نے ابو داود شریف کی شرح لکھی ہے اور بلند پایہ محدّث اور صدرُ المدرس تھے، مولانا محمد ادریس کاندھلوی جو اس وقت کراچی میں بڑے فاضل اور ادیب ہیں، مولانا محمد حسین صاحب بہاری جو اسوقت دیو بند میں استاد ہیں، مولانا عبد سمیر صاحب، مولانا عبدالرزاق وغیرہ استاد تھے) میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا (محمد صدیقی صاحب نجیب آبادیؒ) نے اپنی عدیم الفرصتی کا عذر پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ آپکو چاہیے کہ دیو بند جائیں، چنانچہ اُنکے کہے پر میں دار العلوم دیو بند گیا۔

سوال: کیا یہاں سے آپ اکیلے گئے؟ اور مزید آپ کے پانچ ساتھی کون تھے؟

جواب: ان پانچ میں حکیم غلام نبی صاحب، مولانا محمد سلیمان صاحب باپوری، غلام محی الدین صاحب ٹنگمرگ، مولوی غلام رسول صاحب اور مولوی محمد اکبر صاحب (صاحبزادہ مولوی محمد عبداللہ مرحوم سوپوری) ہیں۔ یہ سبھی پانچ افراد دیو بند نہیں آئے اور اسطرح میں اکیلا دیو بند چلا آیا۔ دار العلوم دیو بند کے ضابط کے مطابق میرا زبانی امتحان لیا گیا۔ مولانا اعزاز علی صاحب ''شیخ الادب'' میرے ممتحن تھے۔ دیو بند میں ایک سال رہ کر جن کتب کا درس میں نے حاصل کیا اُن میں مشہور ادب کی کتاب ''دیوان متنبّی''، منطق

کی مشہور کتاب ''سُلم الادب''، فلسفہ کی مشہور کتاب ''۔۔۔''، علم العروض کی مشہور کتاب ''عروض المفتاح'' اور اصول فقہ کی مشہور کتاب ''مولوی حسامی'' شامل ہیں ۔ واللہ اعلم! کیا اسباب بنیں جسکی وجہ سے میری طبیعت دیو بند میں ٹھیک نہ رہی اور میں دہلی واپس آیا۔ اور باقی منطق، ادب اور فلسفہ کی کتابیں میں نے وہیں **مدرسہ صدیقیہ** دہلی میں ہی پڑھیں۔ چونکہ مولوی محمد ادریس صاحب بڑے ہوشیار اور نباض تھے۔ ان دو اساتذہ مولانا صدیق صاحب اور مولانا ادریس صاحب کی آپسی معاصرانہ چشمک تھی۔ مولانا صدیق صاحب درس نظامی بزرگانہ طریقہ میں قائم رکھنا چاہتے تھے اور مولانا ادریس صاحب کا کہنا تھا کہ زمانہ کے بدلتے تقاضوں کو ملحوظ رکھکر پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کی تعلیم بھی حاصل کریں۔ چنانچہ جب میں نے وہاں درس نظامی پورا کیا۔ بغیر علم الحدیث (یعنی دورہ حدیث کے)۔ انہوں نے (مولانا ادریس صاحب) مجھے مولانا سید احمد صاحب اکبر آبادی (جو اسوقت مشہور عالم ہیں) کے نام ایک خط لکھ کر دیا کہ یہ ایک بہت ہی ہونہار طالب علم ہے یہ وہاں پر داخلہ چاہتا ہے۔ چنانچہ اورینٹل کالج فتح پوری، جسکے دو حصے ہیں ایک درس نظامی اور دوسرا پنجاب یونیورسٹی کا۔ یہاں ایک استاد مولانا محبوب الٰہی صاحب تھے جن کے پاس میں نے دو سال پنجاب یونیورسٹی کا مولوی فاضل، منشی فاضل کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں تک آکر اب تقریباً آٹھ نو سال کا عرصہ بیت چکا تھا کہ جسمیں ہم کشمیر سے باہر حصول تعلیم کے سلسلے میں مشغول رہے۔ جب ہم فارغ ہوئے وہاں کے لوگ جو بہت اچھے ہیں اور جو مدرسہ کے منتظمین تھے نے مجھ سے کہا کہ آپ نے درس نظامی، مولوی فاضل، منشی فاضل کی

اسناد حاصل کیں۔اب آپ کیا کرو گے؟ (ہمارا مشورہ ہے) کہ اب آپ انگریزی کی بھی تھوڑی تعلیم لے لو۔اسطرح باقاعدہ میں نے چھ ماہ انگریزی بھی پڑھی۔مگر میرے دل میں ایک شدید تڑپ تھی کہ میں باقاعدہ کسی محدث کے پاس علم الحدیث حاصل کروں۔چونکہ اس زمانہ میں دو ہی محدث مشہور تھے حضرت مولانا حسین احمد مدنی دیوبند میں اور حضرت علامہ مولانا کفایت اللہ صاحب دہلی میں، چونکہ مولانا حسین احمد مدنی صاحب بسلسلہ تحریک آزادی پابند سلاسل تھے۔(سو میری نظر مولانا کفایت اللہ صاحب پر مرکوز ہوئی)۔مسلسل چھ ماہ میں نے مطالعہ کر کے تیاری کی کہ علامہ کفایت اللہ صاحب سے شرف تلمّذ پا کر علم الحدیث کی تشنگی کو دور کروں۔چنانچہ میں نے ابن خلدون، ابن خلقان، مؤطا امام محمد، علامہ کردری کی مشہور کتاب اور بہت ساری کتب کا مطالعہ کر کے مدرسہ امینیہ میں داخلہ کے لئے درخواست دی تو اس میں اپنی تعلیمی قابلیت (یعنی حاصل شدہ ڈگریاں) بھی لکھنی پڑیں۔اللہ کا کرم کہ اسپر حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب بیحد متاثر ہوئے اور انہوں نے مجھے مدرسہ امینیہ میں داخلہ (Admission) کی اجازت دی۔حضرت مولانا (کفایت اللہ صاحب) یہاں خود بخاری شریف اور ترمذی شریف کا درس دیتے تھے۔مولانا خدا بخش صاحب (جو پنجاب کے مشہور عالم تھے) وہ ابوداؤد شریف کا درس دیتے تھے۔مولانا حضرت شیخ الہند کے داماد مولانا ضیاء الحق صاحب بخاری شریف جلد ثانی کا درس دیتے تھے۔غرض یہاں جید علما سے نسبت رہی۔ضمناً میں یہ عرض کرتا چلوں کہ جب حضرت مفتی (مولانا کفایت اللہ) صاحب نے بخاری شریف کے پہلے درس کی شروعات کی (توانکے

تبحر علمی کو دیکھ کر) میں سوچ میں پڑا کہ میرے اور ان کے علم میں کتنی مناسبت ہے؟ (کیونکہ میں نے بھی اس وقت تک اجل علماء کے ہاں شرفِ تلمذ کیا تھا)۔ مسلسل تین دن اسی مسئلہ اور انکی وسعتِ معلومات پر غور وفکر کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا اور مجھے یہی اندازہ ہوا کہ جتنی فرق اسوقت کے کسی چرواہے اور مجھ میں علم کے اعتبار سے ہوگی اتنی ہی نسبت میری اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کے درمیان ہوسکتی ہے ۔ بہ ایں ہمہ ہمارے مدارس (عربی مدارس) میں سب سے بڑا کمال یہ ہوتا ہے کہ شاگرد اعراب کے بغیر عربی متن کو پڑھ سکے۔ چونکہ یہ دورۂ حدیث کا معاملہ تھا تو یہاں صحیح البخاری کی عبارت (بغیر اعراب کے) یا تو میں پڑھتا تھا یا پھر پنجاب کا دوسرا طالب علم پڑھ سکتا تھا۔

سوال: جناب آپ کتنا عرصہ وہاں رہے اور علم الحدیث حاصل کرنے کے بعد ہی واپس آئے کہ نہیں؟

جواب: نہیں اسکے فوراً بعد ہی میں اپنے وطن (کشمیر) واپس نہیں آیا بلکہ مفتی صاحب (مولانا کفایت اللہ) نے مجھے مولوی سعید احمد صاحب کے پاس بھیجا۔ جب میں وہاں گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے مفتی صاحب سے عرض کیا تھا کہ میں قرآن مجید کا ترجمہ لکھ رہا ہوں اور میری خواہش تھی کہ یہ ایک اچھی کوشش ثابت ہو۔ اسی سلسلے میں، میں مسلسل دو سال سے مفتی صاحب کو عرض کرتا آرہا تھا کہ مجھے کوئی ایسا شاگرد چاہیے جو عربی تفاسیر کو پڑھ سکے اور میں اُنکی ابحاث کو سن کر عمدہ ترجمہ قرآن لکھ سکوں۔ چنانچہ انہوں نے مجھے اسی کام (عربی تفاسیر کو پڑھنے) پر لگایا اور مسلسل چھ ماہ میں نے ان کے ساتھ

تیسـر القرآن پر کام کیا۔تو اس طرح سے میں، دلی میں تین ماہ کم چودہ (۱۴) سال رہا مگر ان چودہ سالوں میں، میں کبھی بھی گھر نہیں آیا۔ جب لگ بھگ چودہ سال کے بعد ۱۹۴۳ء میں، میں گھر (کشمیر) لوٹا تو محض مسافر! کوئی مجھے جانتا نہ تھا۔کیونکہ میرے کشمیر سے سفرِ تعلیم پر جاتے وقت جو چھوٹے تھے وہ اب بالغ اور بڑی عمر کے ہو چکے تھے اور جو اسوقت عمر رسیدہ تھے وہ دنیا سے رخصت کر گئے تھے۔(اسی لحاظ سے میرا یہاں کوئی آشنا نہ تھا)۔

سوال: اس دوران (چودہ سالہ بیرون ریاست کے علمی سفر) میں آپ کا واسطہ اپنے احباب کے ساتھ خط و کتابت کے ذریعہ تھا؟

جواب: جی ہاں! خط و کتاب کے روابط تھے۔اس دوران کشمیر سے میرواعظ مولانا یوسف شاہ صاحب، مولانا میرک شاہ صاحب اندرابی کا میرے پاس آنا جانا رہتا تھا وہ باقاعدہ دہلی میں میرے ہاں قیام فرماتے تھے۔

سوال: حضرت! محترم نازکی صاحب آپ سے کچھ مزید معلومات دریافت کریں گے۔

حضرت! جو آپ نے فرمایا وہ بڑا ہی دلچسپ عظمائے رجال میں سے ایک شخصیت کی دلیل ہے۔ یہ سارا بیان نہایت دلچسپی کا حامل ہے۔مزید آپ سے عرض ہے کہ جب آپ تعلیم حاصل کر کے کشمیر تشریف لائے تو یہاں پر آپ کی مصروفیات اور مشاغل کیا رہیں؟

جواب: ابتداء میں چند احباب کے کہنے پر میں نے سرکاری ملازمت کی خاطر

درخواست دی۔ مسٹر غلام نبی صاحب عشائی جو اسوقت کے مسلم انسپکٹر تھے نے انٹرویو لینے کے بعد کولگام مڈل اسکول میں میری تعیناتی کی جہاں اسوقت رگوناتھ ہیڈ ماسٹر تھا۔ مگر مجھے وہاں رائج نصاب اور نظام تعلیم کے ساتھ ناموافقت محسوس ہوئی۔ میں نے محسوس کیا کہ اتنے سالوں تک جو کچھ میں نے پڑھا ہے یہاں رہ کر وہ سب ضائع ہوگا۔ فقط تین ماہ کے بعد اس ملازمت سے میں مستعفی ہوگیا۔ اسکے بعد میں نے تجارت کرنے کا من بنا لیا۔ wood carving کی تجارت شروع کرنی چاہی مگر اس میں بھی ناکام ہوا کیونکہ یہ وہ کام تھا جو میری سات پشتوں میں سے کسی نے بھی نہیں کیا تھا۔۔۔! غرض یہ تجارت بالکل طبیعت کے برعکس تھا۔ اسی دوران میری ملاقات حضرت مولانا محمد سعید صاحب مسعودی اور مولانا سید میرک شاہ صاحب اندرابی سے ہوئی۔ ان کے ساتھ ہمارے خاندانی تعلقات بھی تھے تو مسعودی صاحب نے فرمایا کہ آج سے آپ پتھر مسجد میں جمعہ کے دن وعظ و تبلیغ کریں اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یہاں انجمن تبلیغ الاسلام نامی تنظیم کو ایک مدرسہ قائم کرنا ہے آپ اس کی صدرُ المدرسی قبول فرمائیں۔ مولانا میرک صاحب نے بھی اس پر اصرار فرمایا۔ جب ایک دو بار ان بزرگان نے فرمائش کی تو میں بھی سیدھا تھا اور میں نے بھی ان کی بات کا اعتبار رکھتے ہوئے انجمن تبلیغ الاسلام جموں وکشمیر کے قائم کردہ ''مدینۃ العلوم'' میں بحیثیت صدر المدرس کام کرنے کی حامی بھر لی۔ جہاں پر اسوقت معزّز پیرزادگان اساتذہ موجود تھے۔ مثلاً میر فاضل صاحب، سید صاحب رفیقی اور میر محی الدین صاحب اندرابی، غرض بہت اچھے ساتھی تھے اور جب انہوں نے ایک نوجوان کو صدرُ المدرس کے عہدے پر دیکھا تو مجھے

لگا کہ ان کو میرا اس منصب پر ہونا ابتداءً مناسب نہ لگا کیونکہ ان سب کو اس سے پہلے میرا کوئی تعارف نہ تھا مجھے صرف وہی اصحاب جانتے تھے جنہوں نے مجھے یہاں لایا تھا۔ اسلئے (مجھے پرکھنے) کے لئے انہوں نے بڑی حکمت اور تدبیر سے کام لے کر فرمایا کہ پہلے دن آپ ہمیں (ادارہ میں موجود اساتذہ کو) پڑھاؤ۔ اور اسکے لیے انہوں نے صحیح البخاری کے درس کا انتخاب کیا۔ بہر حال دوران درس ایک مسئلہ زیر بحث آیا جہاں پر امام بخاریؒ کا امام اعظمؒ کے ساتھ علمی اختلاف ہے کہ اگر گھونگا اشاروں کے ذریعہ طلاق کا اقرار کرے تو طلاق واقع ہوگا اور اگر وہ اپنی بدی کا اقرار (اشاروں کے ذریعہ) کرے گا تو تسلیم نہیں ہوگا'' یہ امام اعظمؒ کا ماننا ہے، مگر امام بخاری اس پر بحث کرتے ہوئے اختلاف کرتے ہیں۔ دوران درس میں نے اُسی منہج کو اپنا کر بحث کی جو ہمارے اسلاف کا تھا تو انہوں نے مجھ سے متفق ہو کر اطمینان کا اظہار کیا۔ اسطرح سے ہم نے **مدینتہ العلوم** میں بحیثیت صدر المدرس تین سال کام کیا۔ پیرزادہ غلام حسن صاحب جو جناب عاصم صاحب کے صاحبزادہ ہیں جو اِسوقت کشمیر یونیورسٹی میں ڈپٹی رجسٹرار ہیں، بھی **مدینتہ العلوم** میں فارسی کے استاد محترم تھے۔ مگر آہ! جس وقت ۱۹۴۷ء کا انقلاب آیا۔ تو اس انقلاب کا گہرا اور منفی اثر **مدینتہ العلوم** پر بھی پڑا۔ اور اسوقت پیر محمد یحیٰ ''انجمن نصرت الاسلام'' کے جنرل سیکریٹری کے ساتھ میری ملاقات ہوئی۔ ملاقات کا یہ سلسلہ مسلسل دو چار دن جاری رہا۔ آخر انہوں نے مجھے ''انجمن نصرت الاسلام'' میں کام کرنے لیے فرمائش کی اور کہا کہ اس سلسلے میں آپ خارجی پالیسی اور خیالات میں آزاد اور مستثنیٰ ہو۔ آپکو کالج میں فقط پڑھانے کا کام انجام دینا

ہے۔(شاید اسلئے کہ ادارہ ''انجمن نصرت الاسلام'' میر واعظ خاندان کا قائم کردہ تھا۔مسلم کانفرنس اور دیگر تحریکات کے قیام و استحکام میں انکا بڑا عمل دخل تھا)۔جس کے بعد میں وہاں بحیثیت نائب وائس پرنسپل کام کرتا رہا۔اسوقت مولانا محمد یوسف شاہ صاحب وترہیلی کالج کے پرنسپل اور مولانا مفتی شاہ سعادت صاحب ''مؤرخ کشمیر'' اور جلال الدین صاحب غازی کے علاوہ اور بھی اعلیٰ صلاحیت کے اساتذہ تھے۔حق تو یہ ہے کہ مدرسہ کا معیار تعلیم و تعلّم اعلیٰ تھا۔ یہاں آنے کے صرف تین سال بعد مولانا یوسف صاحب وترہیلی کا انتقال ہوااور اسطرح مجھے کالج (نصرت الاسلام) کا پرنسپل منتخب کیا گیا۔بحیثیت پرنسپل میں نے تقریباًبائیس (۲۲) سال اورینٹل کالج نصرتُ لاسلام میں اپنے فرائض منصبی انجام دیئے۔

سوال: حضرت مولانا یہاں تک آپ کا تعلیم و تدریس کا یہ سلسلہ تھا۔جواب تک آپ نے بیان فرمایا کہ آپ نے کس طرح پڑھااور کس طرح پڑھایا۔اس کے علاوہ آپ کا ایک بہت بڑا حصہ اور کردار یہاں کی تبلیغ (تبلیغی سرگرمیوں) میں بھی ہے۔اور اسوقت آپ انجمن تبلیغ الاسلام کے صدر بھی ہیں اس حیثیت سے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ اس بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں کہ تبلیغ (تبلیغ دین) میں یہاں پر کشمیری زبان کی کتنی اہمیت ہے۔؟

جواب: اسمیں کشمیری زبان بڑی اہمیت رکھتی ہے جب تک ایک مبلغ کو اپنی ملکی/علاقائی زبان پر دسترس حاصل نہ ہواور فصاحت و بلاغت سے بھی عاری ہواور اظہار مافی الضمیر کا سلیقہ بھی نہ ہوتو کیا حاصل!اسکی بات کون سُنے اور سمجھے گا اگرچہ وہ بہت ہی بڑا عالم

کیوں نہ ہو۔ یہ تضیع علم ہوگا۔گویا مبلغ کا اپنی زبان (جس زبان میں وہ تبلیغ انجام دے رہا ہو) کا حتی الوسع ماہر ہونا لازمی ہو۔

سوال: گویا آپ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ تبلیغِ دین کے لئے یہاں پر ضروری ہے کہ کشمیری زبان ترقی اور عروج پائے ۔کیونکہ کشمیری زبان کی ترقی پر ہی تبلیغ دین اوراشاعت دین کے پھیلاؤ کا انحصار ہے ؟

جواب: کسی حدتک یہ درست ہے۔

سوال: کسی حدتک ہی کیوں؟

جواب: کیونکہ یہاں پراُردو نے بھی پہلے سے اپنا ایک مقام حاصل کرلیا ہے اب یہاں کا عام انسان بھی اُردو اور گوجری سمجھتا ہے اور یہ میرا اپنا ذاتی تجربہ ہے۔میں پنجابی زبان بھی سمجھتا ہوں۔بہ ایں ہمہ جب ایک مبلغ کوکشمیری زبان میں تبلیغ کرنا ہوتو اسکا اپنی زبان میں ماہر ہونا لازمی ہے۔

سوال: عرض یہ ہے کہ میں بالخصوص کشمیر کی بات کرتا ہوں میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب ایک داعی اسلام کسی دوسرے خطے یا علاقے (مثلاً لداخ وغیرہ) میں جائے تو وہ وہاں پربھی کشمیری میں ہی بات کرے،نہیں بلکہ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ یہاں (کشمیر میں) سب سے زیادہ کشمیری زبان میں ہی تبلیغ دین ہوتا ہے؟

جواب: میں آپ سے یہ کہوں گا کہ ہمارے اس ملک میں علمی معیار بالکل ختم ہونے لگا ہے۔جسکی طرف کوئی بھی دھیان اور توجہ مرکوز نہیں ہے۔

سوال: کس طرح؟

جواب: ہم زیادہ تر شعر گوئی اور نعت گوئی کی طرف ہی لگ گئے ہیں جو علم اور معیارِ علم تھا، ایک مبلغ کا نباضِ وقت ہونا، شناسا زمانہ ہونا، زمانے کے تقاضوں سے واقف ہونا جیسے لازمی شرائطِ تبلیغ سے آج کے مبلغین دور ہوتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے فقط شعرو شاعری پر زور دے رکھا ہے اور اسطرح معیارِ علم مفقود ہوتا دکھائی دے رہا ہے!

سوال: میں آپ سے پھر ایک بار عرض کر رہا ہوں کہ علمی معیار کا جہاں تک تعلق ہے یہ صرف عربی، فارسی، اُردو اور انگریزی میں ہی نہیں ہے بلکہ علمی معیار کی بحالی کے لیے ہم سب کو کام کرنا ہوگا تا کہ کشمیری زبان بھی علمی معیار کے بامِ عروج تک پہنچے۔ میرے عرض کرنے کا مطلب و مقصد یہ ہے کہ جیسے یہاں حضرت میر سید علی ہمدانیؒ تشریف فرما ہوئے۔ تو انہوں نے اپنی عنایات و فیوضات سے ہمیں مشرف بہ اسلام فرمایا اور ہم سب یہاں پر مسلمان ہیں ۔ الحمد للہ ربّ العالمین! واقع یہ ہے کہ ''ذخیرۃ الملوک'' اور ''چہل اسرار'' ان کی دو تصانیف ہیں ایک فارسی اور دوسری عربی میں ہے ۔اسی دور میں یہاں (کشمیر میں) ایک عظیم المرتبت شخصیت، حضرت شیخ نور الدین نورانیؒ پیدا ہوئے۔ جنہوں نے کشمیری (مادری زبان) میں بذریعہ شاعری یہاں اسلام کو عوام و خاص کے سامنے پیش کیا۔ انکا کلام (یعنی شلوک) یا رباعی کی صورت میں موجود ہے وہ ہر کشمیری کو ازبر بھی ہے اور وہ دوسروں تک بہ آسانی اسے پہنچاتا بھی ہے۔ اس کے مقابلہ میں (میں سمجھتا ہوں) ''**ذخیرۃ الملوک**'' کا جب تک کشمیری میں ترجمہ نہیں ہوگا تب تک کشمیری اسکو

اسطرح نہیں سمجھ سکتے جس طرح سمجھنے کا حق تھا۔ یہی میرا مطلب ہے۔ اور آپکا بھی یہ ماننا ہے کہ تبلیغ کے لئے مادری زبان ہی مؤثر اور بہترین وسیلہ ہے لیکن میں یہ آپ سے عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ آپ کا کشمیری زبان کو علمی زبان تسلیم نہ کرنا درست نہیں ہے؟

جواب: میں نے کب کشمیری زبان کی اہمیت سے انکار کیا لیکن تبلیغ کے لئے صرف کشمیری زبان کو مدارُ علیہ قرار دینے سے میرا اتفاق نہیں ہے یعنی میں کشمیری زبان کی اہمیت کا منکر نہیں ہوں مگر اسی زبان کو مدارُ علیہ اور محور قرار دینا بھی میں پسند نہیں کرتا ہوں۔

پروفیسر مرغوب صاحب: مولانا صاحب نے وسعت قلبی کے ساتھ کشمیری زبان کے متعلق اپنے تأثرات اور اسکی عظمت کے حوالے سے بات کی۔ اب یہاں پروفیسر رفیق صاحب بھی تشریف فرما ہے یہ مولانا صاحب سے آپ کی تالیفات یا علمی مشاغل جو آپ کے رہے ہیں جن کو آپ نے تحریر میں بھی لایا ہے اسکے متعلق چند معلومات حاصل کریں گے۔۔

پروفیسر رفیق صاحب: **سوال:** حضرت! عرض یوں ہے کہ حضرت امیرؒ کی بہت ساری تصانیف ہیں جن کی تعداد ۲۷ یا پھر ۷۸ بھی کہی جاتی ہے آپ نے ان میں سے ''**ذخیرۃ الملوک**'' کو ہی کیوں ترجمہ کے لئے منتخب کیا؟ اس کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: اسکے مختلف اسباب ہیں اور یہ آپ نے مجھ سے نہایت ہی اہم سوال پوچھا ہے۔ ظاہری طور ایک پروفیسر صاحب اسکا سبب بنے جسکو آپ بھی جانتے ہونگے نام لینے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ وہ تین دن لگاتار میرے ہاں آتے رہے اور اصرار کرنے لگے

کہ میں اسکا (**ذخیرۃ الملوک**) ترجمہ کروں۔ پہلے تو میں خود کو اس کام کے قابل نہ سمجھ کر ٹال مٹول کرتا رہا (یہاں پر یہ جملہ قبلہ حضرت نے بطور انکساری کے کہا ہے کوئی اس کا مفہوم برعکس نہ لیں)۔ بالآخر میرا ذہن اس پر آمادہ ہوا اور میں نے اس کا مطالعہ کیا۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی میں نے میر عبداللہ منطقی صاحب کے صاحبزادہ غلام محمد قادری منطقی (سجادہ نشیں زیارت حضرت راہ باب صاحب سرینگر) کو ''ذخیرۃ الملوک'' درسًا پڑھائی تھی۔ اب نئے سرے سے جب میں نے اس مطالعہ کیا تو میں نے ایک عجیب مسئلہ اس میں پایا کہ ایسا جلیل القدر محدث (حضرت امیر کبیرؒ) جب اس میں حدیث پیش کرتے ہیں تو میں نے انکو زیادہ تر صحاح (ستہّ) میں نہیں پایا۔ جب میں نے اس پر تحقیق کی تو میں نے ان احادیث کا تقریباً ۸۰ فیصد حصہ امام غزالیؒ کی تصنیف ''احیاء علوم الدین'' میں موجود پایا۔ اس اہم مسئلے پر کہ ایسی عظیم علمی شخصیت (حضرت امیرؒ) نے صِحاح کو چھوڑ کر ''ذخیرۃ الملوک'' کے لئے احادیث کا انتخاب ''احیاء علوم الدین'' سے ترجیحی بنیادوں پر کیوں کیا ہے اور اسکی حقیقت کیا ہے؟۔ طویل اور گہرے غور وخوض کے بعد اسکی حقیقت سامنے آئی۔ دراصل بات یہ تھی کہ امام غزالیؒ پر یہ اعتراض کیا جاتا تھا کہ وہ صوفی، فلسفی، مُفسر تو ہیں لیکن علم حدیث میں کمزور ہیں۔ (یہ اعتراض اسوقت کے علماء کرتے تھے)۔ چونکہ حضرت امیرؒ کو انکے ساتھ بڑا شغف اور خاصی دِلچسپی تھی جس کی وجہ سے انہوں نے اٹھائے گئے اس اعتراض کو بے بنیاد ثابت کرنے کے لئے اور یہ باور کرانے کے لئے کہ امامِ غزالی علم الحدیث میں بھی باقی علماء سے کم نہیں ہے اسی لئے انہوں نے ۸۰ فیصد احادیث کا انتخاب انہی کی تصنیف (احیاء

علوم) سے کیا اور یہ تنبیہ کرنے کے لئے کہ جس امام غزالیؒ کو آپ علم حدیث میں کمزور جانتے یا سمجھتے ہیں وہ کمزور نہیں ہیں ورنہ میرے جیسا عالم کیونکر اُنکو اپنی کتاب میں جگہ دیتا۔ بہر حال مجھے اس بات کا اندیشہ لگا کہ اگر آج میں نے ''**ذخیرۃ الملوک**'' کا ترجمہ نہ کیا تو دس سال بعد کوئی دوسرا شخص مذکورہ حقیقت کو نہ جانتے ہوئے جو اسکا ترجمہ پیش کرے گا اس وقت اس کتاب پر اعتراضات ہوں گے۔ حقیقت سے نابلد لوگ نون میں نقطہ نکالنے کی بیجا کوششیں کریں گیں۔ تو میں اس کتاب کا ترجمہ کر کے پہلے سے ہی ان مسائل کو اُبھرنے کا موقع ہی فراہم نہ کروں۔ اور ان تمام اشکالات کا ازالہ پہلے ہی کر دوں جو اسمیں پیدا کرنے کی کوشش بعد میں کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ امام غزالیؒ نے جو احادیث اپنے کتب و رسائل میں درج کئے ہیں اس پر ایک محدث علامہ حُسین بغدادی نے تبصرہ کر کے ان کُتبِ احادیث کا حوالہ اور تخریج پیش کی ہے اور کہیں پر انکو ضعیف بھی قرار دیتے ہیں۔ مجھے حتی الامکان ان کی تحقیق کرنی پڑی اور جہاں پر مناسب سمجھا اس جگہ (ذخیرۃ الملوک میں) فُٹ نوٹ بھی لکھا کہ اس حدیث کی اصلیت کیا ہے۔

سوال: آپ کی تصنیفات و تالیفات و تراجم کی کل کتنی تعداد ہوگی؟

جواب: تصنیفات تو میں نہیں کہوں گا بلکہ تالیفات یا تراجم، تقریباً ان کی تعداد ۳۱، ۳۲ ہوگی جن کی فہرست میں نے ''معراجِ نبیؐ'' نامی کتاب میں دی ہے لیکن اس میں صرف ۲۳ کی تعداد درج ہے ساری شامل نہیں ہیں۔ جن کی تعداد تقریباً ۳۵ سے زیادہ ہیں۔

(نوٹ: چونکہ تصنیفات، تالیفات کی تعداد جن کا علامہ بخاری نے انٹرویو میں

تذکرہ کیا ہے اس کے بعد بھی منظر عام پر آتی رہیں اور اس طرح سے علامہ کی کُتب کی کل تعداد ۱۱۵ سے بھی زیادہ پہنچ گئی ہیں اور علامہ بخاریؒ تصنیف وتالیف کا کام اکثر دربارِ بخاریہ سیکہ ڈافر جامع مسجد شریف میں ہی بعد نماز مغرب وعشاء انجام دیتے تھے)۔

پروفیسر مرغوب صاحب:سوال :مولانا صاحب آپ نے بہت سارے تحقیقی مضامین بھی تحریر کیے ہیں جن کا موضوع خاصکر یہاں (وادی کشمیر) کے اولیاء عظام رہے ہیں اور خاصکر ساداتِ کبرویہ کے ساتھ آپ کا شغف رہا ہے جس سے آپکی شخصیت کے ایک خاص رجحان اور ایک مخصوص زاویہ نگاہ کا عندیہ ملتا ہے۔آپ انجمن تبلیغ الاسلام میں شامل ہونے کے بعد ماہنامہ ''**التبلیغ**'' کے ایڈیٹر بھی ہیں بطورِ ایڈیٹر ''**التبلیغ**'' آپ کی شخصیت کے مختلف پہلو آپکے مضامین کی صورت میں سامنے آجاتے ہیں تو عرض یہ ہے کہ ان مضامین یا تالیفات میں مقامی اولیاء میں سے جس شخصیت اور موضوع پر آپ نے واقعی تحقیق کا حق ادا کیا ہے وہ کون ہے اور کیا ہے؟

جواب: یہ دعویٰ کرنا کہ میں نے واقعی تحقیق کے بعد کوئی چیز تحریر کی، یہ کہنا بہت بڑی ذمہ داری ہے مجھ جیسے انسان کے لیے ایسا کہنا مناسب نہیں ہے ۔البتہ میں نے ذخیرہ شریف (ذخیرۃ الملوک) کی جلد دوم، جلد سوم پر باریک بینی سے کام لیکر اور تحقیقِ وتر قیق کر کے حق ادا کرنے کی کوشش کی لیکن جلد اول جو آپ کے سامنے اس وقت موجود ہے میری نظر میں ابھی یہ ناتمام اور نامکمل (incomplete) ہے اور میرا یہ خیال ہے کہ میں اس پر بھی حاشیہ لکھوں۔

پروفیسر مرغوب صاحب: **سوال** : حضرت !اس سلسلہ میں آپ سے ایک مختصر سا سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ ''ذخیرۃ الملوک'' کا اُردو میں آپ سے پہلے بھی پنجاب میں مکمل ترجمہ کیا گیا ہے مگر اس میں چند خامیاں بھی رہ گئی ہیں۔ یہ موقعہ نہیں ہے کہ ہم ان دو تراجم کا تقابلی جائزہ لیں البتہ یہاں یہ عرض کرنا مطلوب ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ کے ساتھ جوان (حضرت امیرؒ) کا تعلق رہا ہے وہ بحیثیت صوفی شاعر اور صوفی بزرگ کے بھی ہے اسکے علاوہ ان کے نظریات میں بھی مماثلت دیکھنے کو ملتی ہے خاص کر ان کا آپس میں خاندانی تعلق بھی لگتا ہے جس کی نشاندہی علامہ اقبالؒ نے کچھ اس طرح کی ہے۔ چوں غزالی درسِ اللہ ھُو۔۔

(حضرت امیرؒ) کی جو مختلف کُتب و رسائل ہیں ان کی تعداد میں محقّقین کا اختلاف ہے ۔ پروفیسر سروری صاحب نے ۴۲ کا تعداد لکھا ہے جبکہ پروفیسر یوسف سلیم چستی نے ۷۲ اور اب میری تحقیق کے مطابق یہ تعداد ۷۸ تک پہنچ گئی ۔الحمداللہ! جن کا میں حوالہ جمع کر رہا ہوں۔ میری آپ سے ایک تجویز ہے کہ آپ اس تحقیقی کام کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے اسمیں حضرت شاہ ہمدانؒ اور حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کے اس تعلق پر بھی ایک ضمیمہ شامل کریں ۔ یہ ضمناً میری ایک تجویز ہوگی اور اس سے یہ نہایت کارآمد کام ثابت ہوگا۔ کیونکہ یہ حضرت امیرؒ کی تصانیف میں ممتاز حیثیت کی حامل کتاب ہے اور اس لحاظ سے آپ نے صحیح معنوں میں عمدہ انتخاب کیا ہے۔

جواب: میں آپکی پیش کردہ تجویز پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔ انشاءاللہ۔

یہاں پر جناب رسول پانپوری صاحب بھی تشریف فرما ہیں یہ بھی آپ سے کچھ پوچھنے کی جسارت کریں گے۔

رسول پانپوری: حضرت آپ نے پہلے فرمایا کہ آپ وادی میں ۱۹۴۶ء میں تشریف واپس لے آئے اور مدینۃ العلوم میں بحیثیت صدرالمدرس رہے۔ تو اس وقت یہاں کے سیاسی حالات نے آپ کی زندگی پر کس قسم کا اثر ڈالا۔

الجواب: ہندوستان میں جو میرے سیاسی رجحانات تھے مجھے انکے ساتھ ہم آہنگی محسوس ہوئی۔ میں یہاں کی سیاست سے ہم آہنگ رہا اگر چہ میں نے کوئی عملی حصہ اسمیں نہ لیا مگر ذہنی برابری رہی کیونکہ اپنے اساتذہ بزرگوار کے سیاسی نظریات اور یہاں کی سیاست میں مجھے کوئی فرق محسوس نہ ہوئی۔ کیونکہ میرا خیال تھا کہ یہ قوم تنگ نظریہ کا شکار نہ ہوتے ہوئے وسعت خیال بن کے رہے۔ کیونکہ جس گھر کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ متفق ہوکر گھر کے بہبود کے لیے کام کرتے ہیں بس وہی گھر کامیابی کی منزلیں طے کرتا ہے۔ اور جس گھر میں انتشار اور تفریق کا ماحول حاوی رہے اس گھر میں کبھی بھی خوشحالی ممکن نہیں۔ لہذا میں بھی یہاں کی سیاسی سرگرمیوں سے مطمئن ہونے کے ساتھ ساتھ فعلی نہیں بلکہ قولی حامیوں میں سے تھا۔

سوال: جب آپ نے تشریف لایا تو یہاں کا علمی ماحول یعنی تعلیم وتدریس کس طرح کا تھا؟

جواب: چونکہ یہاں کے سرکاری اسکولوں کے ساتھ مجھے برابری نہیں آئی لیکن دینی

چند علماء کرام وادی میں اس وقت موجود تھے جن میں مولانا یوسف شاہ وتر ہیلی، مفتی محمد سعادت جنہیں علم میراث اور علم تاریخ میں تخصّص حاصل تھا مفتی محمد قوام الدین مرحوم مفتی اعظم اس وقت کے اپنے فن میں بڑے علماء تھے۔

سوال: جو یہاں کی بڑی جماعتیں مثلاً آپکی انجمن تبلیغ الاسلام، جمعیت اہل حدیث، جماعتِ اسلامی یا دیگر جماعتیں منزل ومقصد (روح) ایک ہونے کے باوجود یہ متّحد ہوکر ایک ساتھ کام کیوں نہیں کرتے اور اس مشن کو اپنی منزل کی طرف لے جانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ جسطرح آپ سیاسی جماعتوں کے منظّم ہونے کے خواہاں رہے ہیں۔ کیا آپ نے ان مذہبی تنظیموں کو متحد کرنے کی کوئی کوشش اور تحریک چلائی جس میں آپ کامیاب یا ناکام رہے؟

الجواب: یقیناً! میں نے آج سے نو سال پہلے ان جماعتوں کو جو اس وقت میرا یہ انٹرویوُسن رہے ہوں گے میں نے ان سے کہا کہ یہ جو موجودہ دور میں تنظیموں کا آپسی اختلاف اور طریقہ تبلیغ ہے اس کو میں بالکل ناپسند کرتا ہوں کیونکہ اسکا براہ راست منفی اثر اسلام پر آتا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ اس کا ازالہ کرنے کے لئے ہم کچھ قواعد وضوابط مقرر کرتے ہوئے کم از کم اس چیز کی پابندی کریں گے کہ ایک جماعت کسی دوسری جماعت کے خلاف تقریر وتبلیغ نہیں کرے گی اور ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھالنے کی ہرگز کوشش نہیں کریں گے اور نہ اس طرح تبلیغ کریں کہ جس سے ہماری تاریخی روایات کو زَک پہنچے۔ لیکن افسوس! ہماری اس تجویز کا ان جماعتوں پر کوئی اثر نہ ہوا اسکے برعکس تبلیغ ہونے لگا کہ جس

اسے ہماری تاریخی روایات اور بھائی چارہ ختم ہوا۔

مرغوب صاحب: مولانا صاحب ہم نے ابتداء میں ہی یہاں کی اخلاقی قدروں کے زوال اور بحران پر بات کی۔ میں چاہتا ہوں کہ اس پر مزید غلام رسول نازکی صاحب آپ سے استفسار کریں گے۔

سوال: غلام رسول نازکی: میرا آپ سے کچھ اس طرح عرض ہے جیسا کہ آپ نے بھی فرمایا کہ دورِ حاضر میں عقیدوں اور عمل کا فقدان عروج پر ہے۔ آپ بحیثیت سربراہ انجمن تبلیغ الاسلام جو ریاست کی سب سے بڑی تبلیغی جماعت ہے اس بات پر روشنی ڈالیں اور اس بات سے ہمیں روشناس کریں کہ دورِ حاضر میں جس انداز اور طریقہ میں یہاں تبلیغ دین ہو رہا ہے عالمی منظر نامے کو مدّ نظر رکھتے ہوئے حالات میں تیز رفتاری سے تبدیلی آ رہی ہے کیونکہ ایک طرف سے سائنسی قوّتوں کا اظہار ہو رہا ہے دوسری جانب فلسفہ اپنی طاقت آزمائی کر رہا ہے اور دیگر نئے نئے علوم جنہیں ہم علوم جدیدہ کا نام دیتے ہیں کے ذریعے سے عریانیت کا مظاہرہ ہو رہا ہے اس صورتحال میں موجودہ تبلیغی جماعتیں چاہے وہ مقامی ہوں یا دیگر ممالک کی ان پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، انکی ان ذمہ داریوں کی اہمیت کو سمجھانا مقصود نہیں بلکہ آپ ان تمام چیزوں سے بخوبی واقف ہیں فقط یہ عرض ہے کہ کیا ان جماعتوں کے ذریعہ سے یہ ذمہ داریاں اور تقاضے پورے ہوتے ہیں کہ نہیں؟

جواب: قطعی طور نہیں! ذرّہ برابر نہیں۔ اسلام اور اسلامی تعلیمات سے بیگانہ اور اسلامی روح سے نا آشنا، جو ملک سے باہر دوسری جماعتیں دعوت دین کا کام کر رہی ہیں ان

میں بحیثیت داعی الی الحق، داعی الی الدّین، داعی الی الرّسولؐ جو کردار اور اخلاق ہونا چاہیے تھا وہ انمیں مفقود ہے، اخلاقِ حسنہ اور اخلاقِ طیبہ ہی سے اسلام کا عروج ہوا ہے۔ اسلام میں جنتی بھی جنگیں لڑی گئی ہیں بطورِ دفاع لڑی گئیں۔ جارحانہ اقدام کہیں پر نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا شیوہ اعلیٰ عفو و کرم ہے اسکے برعکس جو اس وقت دعوت الی الحق کا کام انجام دے رہے ہیں وہ اخلاق کی جگہ شمشیر، توپوں اور تعزیرات کا استعمال کرتے ہیں۔ جس سے وہ لوگوں کو تہہ تیغ کرتے ہیں۔ نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ ایک بیرونی شخص نے مجھ سے کہا کہ امریکہ میں ہر روز ۵ سے ۸ لوگ مسلمان بن رہے تھے۔ لیکن جب سے انہوں نے آپ کا یہ رویہ دیکھا تو وہ تأمل کرنے لگے ہیں اسلئے کہ وہ سوچتے ہیں کہ کہیں ہم پر بھی اسکا اثر نا پڑے۔ یہ اچھا نہیں ہے۔ اسلام کا پھیلاؤ اسی طرح ہوگا جس طرح سے حضورؐ نے فرمایا ''لن یفلح اٰخر ھٰذہِ الامت الا بما افلح بھا اولھا'' او کما قال علیہ الصّلوٰۃ و السّلام ترجمہ: میری اُمت کے آخری لوگ تب تک کامیاب نہ ہوں گے جب تک کہ وہ اوّلین کی پیروی نہ کریں گے''۔ جب تک ہم اپنے اندر اخلاق عالیہ پیدا نہ کریں گے اور ہماری خلوت وجلوت یکساں نہ ہو (یعنی ہماری زندگیوں سے دوغلا پن ختم نہ ہو جائے)، اللہ پر مکمل بھروسہ اور یقین پیدا نہ کریں، خوفِ آخرت نہ ہو اور جس طرح ہم اپنے بچوں کو بڑے پیار و محبت سے سمجھاتے ہیں ٹھیک اُسی طرح ہمیں دشمنوں کے سامنے اسلام اور اسکی تعلیمات کو پیش کرنا ہوگا تب جا کے ہم اور ہماری دعوت صحیح معنوں میں کامیاب ہوسکتی ہے نہیں تو ہم کامیاب نہ ہوں گے۔ اسی مقصد کے حصول کے لئے میں حنفیہ عربی کالج (نور باغ سرینگر)

کو قائم کرنا چاہتا ہوں۔

سوال: آپ کے شاگردوں کی تعداد کتنی ہے۔اوراُن میں سے خاص کون ہیں؟

الجواب: پچیس تیس سالوں کے عرصہ تدریس میں لگ بھگ میرے شاگردوں کی تعداد 1300 سے کم نہ ہوگی۔جنھوں نے پورا یا حتی الوسع مجھ سے استفادہ کیا۔

سوال: ان میں سے خصوصی طور کسی کا نام لینا آپ پسند کریں گے؟

جواب: نہیں! نہیں! اگر میں یہاں پر چند کا نام لوں تو باقی تو روٹھ جائیں گے کہ ہمارا نام کیوں نہ لیا۔اسطرح ایک مسئلہ پیدا ہوگا۔

سوال: لیکن پھر بھی ہر استاد کو اپنے چند طلباء پر فخر اور ناز ہوتا ہے آپ ان کی تعداد اور ناموں سے ہمیں آگاہ فرمائیں۔کیونکہ فخریہ بہت سوں نے آپ سے شرف شاگردی کا اعلان کیا ہے۔سو ہم آپ ہی سے یہ سننا پسند کریں گے کہ آپ کے خیال میں آپ کا علمی وارث کون ہے؟

جواب: یہاں پہنچ کر آپ نے مجھے امتحان میں ڈال دیا۔اب آپ نے مجھ پر ایک عظیم ذمہ داری چھوڑی سو میں بتاتا ہوں۔مفتی محمد بشیر دین فاروقی (مفتی اعظم جموں وکشمیر) جنھوں نے بڑی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ مجھ سے مکمل دس سال تعلیم حاصل کی،مولوی محمد فاروق (میر واعظ مرحوم)،سید غلام محمد قادری (صاحبزادہ میر محمد عبداللہ منطقی صاحب)، پروفیسر پیر محمد طیب صاحب کاملی (پروفیسر اسلامیہ کالج) کے علاوہ اور ایک عزیز طالبِ علم محمد امین صاحب واجدی (راجوری کدل) ہے جو بہترین ادیب اور سلیقہ مند محرّر ہیں مگر

بدقسمتی سے وہ تجارت میں مشغول ہو گئے اور قدرت کی طرف سے جو صلاحیت انمیں ودیعت تھی اور جس کی بناء پر وہ بہترین خدمت انجام دے سکتے تھے (اُنکی قابلیت اور صلاحیت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ) میں بھی کبھی کبھی اُن سے اپنی تحریر کے بارے میں مشورہ لیتا ہوں اور میں انکے پاس بغیر کسی ہتک اور عار کے مشورہ لینے جاتا ہوں۔

رشید صاحب: جیسا کہ پہلے بھی آپ نے اس بات کا تذکرہ کیا کہ یہاں کے جیّد علماء کے ساتھ آپکی ملاقاتیں اور انکے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا ہے جنمیں مولانا یوسف صاحب وترہیلی، مولانا میر میرک اندرابی اور میر واعظ مولانا محمد یوسف شاہ صاحب ہیں آپ سے ہم یہ جاننا چاہیے گے کہ ان سہ بزرگ علماء کے بارے میں اسوقت آپ کیا رائے رکھتے ہیں؟

جواب: جہاں تک میر واعظ مولانا محمد یوسف شاہ صاحب کی ذات کا تعلق ہے حسنِ اتفاق اور اسے میں اپنی خوش قسمتی ہی سے تعبیر کرتا ہوں کہ میر واعظ مرحوم دلی آئے اور انکے ہمراہ میر میرک صاحب اندرابی اور مولانا نور صاحب تھے تینوں صاحب میرے پاس دہلی میں آٹھ دن ٹھہرے جو میرے لئے سعادت اور فخر کا مقام تھا۔ ان ایّام میں، میں نے انکی فطرت میں عالم ہونے کے ساتھ ساتھ سچائی، سادگی، تقویٰ، محبت اور خداترسی پائی۔ مسافر ہونے کے باوجود انہوں نے تہجد کو کبھی ترک نہ کیا۔ غرض انکے عالم باعمل ہونے میں کوئی شک نہیں۔ مولانا سید میرک شاہ صاحب انتہائی درجہ کے ذہین، بلند پایہ ادیب اعلیٰ درجے کا فلسفی، نباض، سخن شناس، عالمانہ وضع قطع، بات کو سمجھنے والی اعلیٰ شخصیت ہے۔۔۔۔

سوال: اس وقت آپ کی کیا مصروفیت ہیں؟

جواب: اس وقت میری ترجیحی کوشش یہ ہے کہ دین اسلام کی اشاعت کے سلسلہ کو علمی بنیادوں پر استوار کیا جائے۔ یہاں پر جو علمی انحطاط واقع ہوا ہے خاص طور علمِ تصوّف سے یہاں کے لوگوں نا آشنا ہوئے ہیں۔ اولیاء ومشائخ کے ذریعہ جسطرح اسلام کی ترویج واشاعت ہوئی اور تصوّف جسمیں محبت، پریم، آشتی، موٗدت اور الفت سب کے ساتھ روا ہے یہ سب چیزیں آج مفقود ہیں۔ دین اسلام کو اپنے اسلاف کے سکھائے ہوئے طریق اور طرز پر پھیلانے کی خاطر ہم نے حنفیہ عربی کالج کا قیام عمل میں لایا۔ اسکا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم یہاں پر طلباء کو فقط گوشہ نشینی کی تعلیم دیں گے بلکہ زمانہ کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر عربی اور مروجہ تعلیم وتربیت سے بھی آراستہ کریں گے۔ یہاں پر ہم نہ صرف ریاست کی خاطر علماء کو تیار کریں گے بلکہ بیرون ریاست وممالک کے لئے بھی کشمیر سے مبلغ تیار کئے جائینگے۔ (انشاء اللہ)

مرغوب صاحب: سوال: حضرت! مولانا صاحب ہم آخر پر آپ سے یہ سننے کے خواہشمند ہیں کہ اسوقت آپکے علمی مشاغل اور مصروفیت کیا ہیں؟ چونکہ آپ کبریت احمر شریف کی شرح لکھ رہے تھے۔ اسکے بارے میں بھی ہمیں آگاہ فرمادیں۔

جواب: حضرت! ''کبریت شریف'' کی شرح حصہ اول ''و **منبع العلم والحکم**'' تک آپ کے سامنے تقریباً ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور انشا اللہ تعالیٰ ''کبریت شریف'' پر یہ پورے عالم اسلام میں اپنی نوعیت کی پہلی شرح ہوگی جو عنقریب پیش

کی جائے گی۔ دوسرا اہم کام جسکو ہم جاری رکھے ہوئے ہیں وہ حضرت بابا داؤدخاکیؒ کی ''**وردالمریدین**'' جوکہ منظوم فارسی میں ہے کی تعریب کا کام ہے اور جسمیں باقاعدہ عروض و اوزان کو برقرار رکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

(**نوٹ**: اس جگہ یہ اس بات کا تذکرہ کرنا خالی از نفع نہ ہوگا کہ میرے سامنے مولینا مرحوم کے شاگرد رشید مولانا فاروق احمد راتھر صاحب بریل بڈگام نے اس بات کا انکشاف کیا کہ ہمیں اپنے استاد محترم نے اس بات سے آگاہ فرمایا کہ میں نے ''وردالمریدین'' کی تعریب اسلئے لکھی تا کہ عرب دنیا بھی حضرت سلطان العارفینؒ کی بلند پایہ شخصیت اور کارناموں سے آشنا ہو سکے۔)

مرغوب صاحب: اللہ کرے کہ اس ترجمہ میں انصاف کے تقاضے پورے ہوئے ہوں۔

مولانا صاحب: یہ آپ نے مجھ پر چوٹ کی۔

مرغوب صاحب اور دیگر حضرات: نہیں! نہیں! حضرت ہم آپ پر یہ چوٹ نہیں کر رہے ہیں بلکہ جیسا کہ آپ نے پہلے بیان فرمایا کہ ترجمہ اور اصل کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ اُسی پس منظر میں ہم نے بھی ایسا کہنے کی جسارت کی۔

مولانا صاحب: نہیں وہ بات نہیں ہے میں نے ساتھ ہی اردو زبان میں مختصر شرح اور اور فٹ نوٹس بھی لکھے ہیں جو ہر مہینے ''انجمن کے آفیشل آرگن ''**التبلیغ**''، میں شائع ہو کر پورے ملک کے اہل علم حضرات تک پہنچتا ہے۔ اور کہیں سے کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی۔

مرغوب صاحب: کیا آپ ہمیں اس ترجمے میں سے منتخبہ مقامات سے کچھ اشعار سنا کر محظوظ فرمائیں گے؟

مولانا صاحب: جی!

دیکھے اصل ''وردالمریدین'' کا پہلا شعر:

شکر للہ حال من ہر لحظہ نیکوتر شد است

شیخ شیخاں شیخ حمزہ تا مرا رہبر شد است

اسکا ہم نے عربی میں ترجمہ یوں کیا ہے:

شُكْرَ رَبِّیْ صَارَ حَالِیْ كُلَّ حِیْنٍ مُّثْمِرًا

مُذْ هَدَانِیْ شَیْخُ شِیْخَان شَیْخُ حَمْزَةَ مُوْثِرًا

اختتام پذیر۔

خلاصہ انٹرویو یوں ہے کہ اس میں حضرت امیر شریعت سید محمد قاسم شاہ بخاریؒ کی زبان مبارک سے ہم ان کے حالات زندگی، تعلیم و تربیت، تصانیف و تالیفات، اور دینی مشاغل وغیرہ کی معلومات سے واقف ہو گئے لیکن موجودہ دور کے تقاضوں کو پُر کرتے ہوئے کہ علامہ کے عقائد کیا تھے کو منظر عام پر لانے کے لئے خادم نے اپنی ذاتی مصروفیات کو یکطرفہ چھوڑ کر تقریباً دو سال اپنے دیگر احباب کے تعاون سے جن میں محترم ارشاد حسین شاہ صاحب یاری پورہ قابل ذکر ہیں جنہوں نے اپنی صحت خراب ہونے کے باوجود اس کام میں

میری بھر پور رہنمائی و معاونت کی اور یہ اسی تعاون کا نتیجہ ہے کہ میں نے حضرت علامہ کی تصنیفات و تالیفات کی تحقیق کر کے حضرت کے عقائد کا باقاعدہ ایک مجموعہ تیار کیا جس کا انشاءاللہ آپ حضرات مدلل طور مطالعہ کر کے حضرت کے عقائد سے بخوبی واقف ہونگے اور یہ ان صاحبان کے لئے بھی بہت ہی کار آمد مجموعہ اور دعوت فکر ثابت ہوگا۔ جو فعل شنیع کے مرتکب ہو کر علامہ کے عقائد پر اپنی زبان دراز کر کے لوگوں کو برصغیر کی ایسی علمی و روحانی شخصیت سے دور کرنے کی بے بنیاد کوشش کرتے ہیں جس سے ہماری نوجوان نسل علامہ کی تعلیمات کے بیگانہ ہو کر نہ صرف علامہ سے دوری اختیار کرتے ہیں بلکہ اس علمی ذخیرہ سے نا آشناہ ہو جاتے ہیں۔ جو علامہ نے انہیں دیا تھا۔ لہذا اب یہی نوجوان نسل خود فیصلہ کریں کہ کیا حق ہے اور کیا باطل تھا؟

☆☆☆☆☆

توحید باری کا بیان

علامہ بخاری رحمت اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف انفاس قدسیہ فی شرح اورادفتحیہ کے باب عقاید صفحہ نمبر ۲۱۳ تا ۲۲۵ پر مکمل طور توحید کی بحث بہت عمدہ طریقہ سے لائی ہے جس کا یہاں پر مکمل طور شامل کرنا اس غرض سے مناسب نہیں سمجھتا ہوں کہ قارئین حضرات کے دل میں مذکورہ تصنیف کے مطالعہ کی پیاس سلامت رہے تاکہ وہ اس پیاس کو بُجھانے کی خاطر انفاس قدسیہ کا مطالعہ بھی کریں۔لہٰذا یہاں پر اس بحث کا مفہوم ہی پیش کرنا چاہتا ہوں۔

رضینا باللہ تعالیٰ رباً و با لاسلام دیناً وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیاً ورسولا، وبالقرآن اماماً وبا لکعبة قبلة و با لصلواة فریضةً و با لمومنین اخوانا، وبا لصدیق ، وبالفاروق، وبذی النورین وبا لمرتضیٰ ائمة، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین.

ان الفاظ مبارکہ میں مسلمانان اہل سنت، اللہ کو اپنا رب مانتے ہوئے، اسلام کو اپنا دین، حضرت محمد ﷺ کو اپنا نبی اور رسول، قرآن مقدس کو اپنی رہنما کتاب، کعبہ مقدسہ کو اپنا قبلہ، نماز کو فرض عبادت تسلیم کرتے ہوئے اور باایمانوں کے آپس میں بھائی بھائی ہونے کا اعلان کرنے کے ساتھ ہی ساتھ حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت سیدنا فاروق اعظم ،حضرت سیدنا عثمان غنی اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین چاروں حضرات رضی اللہ عنہم کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں ۔

☆☆☆

بحث شرک:

شرک کی تین قسمیں ہیں۔ جن سے بچنا اور پرہیز کرنا نہایت ضروری ہے ہر ایک کا بیان مختصر الفاظ میں پیش خدمت ہے:

۱۔ شرک فی الذّات

۲۔ شرک فی الصّفات

۳۔ شرک فی الاعمال

ا)۔ یہ عقیدہ کہ حضور ا مُغیبات کا علم رکھتے ہیں، شرک نہیں۔

۱۔ شرک فی الذّات : شرک فی الذّات یہ ہے کہ معاذ اللہ ذات باری تعالیٰ اعزّ اسمہٗ کے سوا کسی اور کو خدا اور معبود قرار دیا جائے خواہ غیر از قبیلہ جماد اور بے جان ہو جیسے بُت یا از قبیلہ ذی روح اور جاندار ہو جیسا کہ کسی بھی آدمی یا فرشتہ یا حیوان کے متعلق یہ اعتقاد کیا جائے کہ یہ معبود اور خدا ہے۔ اس قسم کا شریک قرار دینا وحدہٗ لاشریک لہٗ ورب العالمین کی وحدانیت کے برخلاف ہے ایسا شرک اکبر الکبیر نا قابل عفو جرم ہے اور بالاتفاق حرام ہے۔

ب)۔ علم ذاتی اور علم عطائی کا بیان۔

۲۔ شرک فی الصّفات : دوسرا شرک فی الصّفات ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ کا اِثبات کسی مخلوق کے لئے اسی طرح کیا جائے جس طرح وہ اللہ

واجبُ الوجود کے لئے ثابت ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفتوں میں سے اس کا علم ہے یا وہ تمام مخلوقات کی باتوں کو سنتا ہے۔ خواہ ان کے جاننے یا سننے کی کیفیت کچھ بھی ہو مگر اس کی ذات جس طرح ازلی اور ابدی ہے اسی طرح اس کی صفات بھی ازلی اور ابدی ہیں۔ وہ جس طرح خدا تھا اور ہمیشہ ہوگا۔ اسی طرح وہ ہمیشہ سے علیم بھی تھا اور سمیع بھی اور ہمیشہ علیم جاننے والا، اور سمیع (سننے والا) رہیگا اس میں ذرّہ بھر کمی پیشی نہ ہوگی۔ اس کے علیم و سمیع ہونے میں کسی آلہ اور خارجی سبب کا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات **لا عین ولا غیر** ہیں۔ پس شرک فی الصفات مخصوصہ اسی حقیقت اور کیفیت سے کسی بھی مخلوق کے لئے ثابت کرنا یا اعتقاد رکھنا زید و عمر بکر بھی الٰہی صفات کے ساتھ اسی طرح موصوف ہے۔ جس طرح حضرت حق ہے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اور اکبر الکبائر ہے۔ کیونکہ خالق اور مخلوق کی صفتوں کے مابین کوئی فرق ہونا عقل سلیم اور فہم مستقیم کا تقاضا ہے واضح رہے کہ شرک فی الصفات بھی شرک فی الذّات کے قریب تر اور گناہ عظیم ہے۔

مگر یہاں پر کچھ لوگ افراط و تفریط میں مبتلا ہوئے کہ کچھ لوگوں نے شرک کا دامن اتنا پھیلا اور وسیع کیا کہ امور مشروع فی الدّین پر بھی وہ شرک کا اطلاق کرنے لگے اور کچھ لوگوں نے شرک کا دامن اتنا محدود اور اس کا دائرہ اتنا تنگ بنایا کہ خواہ مخواہ شرک کا دروازہ کھل جاتا ہے مثلاً **مغیبات اور پوشیدہ چیزوں کا ذاتی علم خاصہ سبحانی اور مخصوص بذاتِ کبریا ہے یہ تمام عوام و خواص کا ایمان و اعتقاد ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ عقیدہ حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اللہ تعالیٰ نے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مغیبات کا علم عطا فرمایا ہے**

،اس بناء پر یہ کہا جائے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مغیبات کا علم رکھتے ہیں یہ شرک نہیں ہے کیونکہ آپ کے علم اور خدا تعالیٰ کے علم میں زمین وآسمان کا فرق ہے خدا کا علم ذاتی، ازلی اور غیر متناہی ہے اور آنخضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا علم غیب ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا شدہ ہے۔ آپکا علم قدیم نہیں، حادث ہے اور غیر متناہی نہیں بلکہ متناہی ہے صرف اتنا علم ہے جسکا عطا کرنا حضرت حق کو منظور تھا ایسا اعتقاد شرک نہیں ہے ایسا اعتقاد قرآن وسنّت کے برخلاف نہیں بلکہ نصوص قرآنی کے عین مطابق ہے اور اس اعتقاد سے انحراف اور تجاوز کرنے والا راہ حق سے بہت دور ہے یہ اور بات ہے کہ آپ کے اس علم کو علم عطائیہ کہیں یا علم غیب مجازاً اطلاق کریں۔ اس تحقیق سے حقیقت تک پہنچنا نہایت سہل اور آسان ہوگا آپ اگر اور بھی زیادہ واضح لفظوں میں سمجھنا چاہتے ہیں تو آیئے قرآن کریم ہی سے یہ مسئلہ سمجھ لیجئے جبرائیل امین علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت مریمؑ کے پاس انسانی صورت میں تشریف لے آئے حضرت مریمؑ نے ان سے کہا: اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡکَ اِنۡ کُنۡتَ تَقِیًّا (مریم،۱۹: ۱۸) ''میں تم سے پروردگار رحمٰن کی پناہ پکڑتی ہوں اگر تم پرہیزگار اور نیک ہے'' جبرائیل امینؑ نے جواب فرمایا: اِنَّمَـا اَنَـا رَسُوۡلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّـا (مریم،۱۹: ۱۹) ''کہ گھبراؤ نہیں میں تو صرف پروردگار کا فرستادہ ہوں اور اس غرض سے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم کو پاک پاکیزہ بیٹا عطا کروں''۔ دیکھئے واھب (بخشنے والا)، اولاد عطا کرنے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہے جبکہ اس کا ثبوت دوسری آیات سے ملتا ہے مگر قابل غور بات یہ ہے کہ جبرائیل امینؑ نے یہ نہیں کہا خدا تم کو اولاد بخشے گا

بلکہ اولاد دینے اور بخشنے کی نسبت اپنی طرف کی تو کیا یہ شرک میں داخل ہے کیا اللہ ایسا کلمہ کہنے والا مشرک ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ جبریل امینؑ نے بخشنے کی نسبت اپنی طرف مجازاً کی اور حقیقت میں اولاد بخشنے والا حضرت اللہ ہے۔ بس کچھ لوگ حقیقت اور مجاز اور اصل وفرع میں فرق کرنے کا سلیقہ نہیں رکھتے کہ وہ امور مشروع فی الدّین کو بھی شرک کہتے ہیں ہم ان کے علم یا جہالت کے پابند یا مقلد نہیں تو وہ لاکھ چیخیں اور چلائیں اور ہر ہر جائز کو شرک کہیں تو کہنے دو مگر ہمیں بھی چاہیے کہ اس معاملہ میں نہایت حزم واحتیاط سے کام لیں۔ دوسری مثال پر غور کیجئے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ انبیاء میں فرماتے ہیں: وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِہٖ اِلَی الْاَرْضِ بٰرَکْنَا فِیْھَا ۔۔۔الخ (الانبیآء،۲۱:۸۱) کہ ہم نے حضرت سلیمانؑ کے لئے ہوا مسخر اور تابع بنائی کہ وہ آپ کے حکم سے ارضِ مقدّسہ کی طرف چلتی تھی‘‘۔ درحقیقت آمر تو صرف حضرت اللہ ہے یہاں مجازاً حضرت سلیمانؑ کی طرف امر کی نسبت کی گئی تو کیا معاذ اللہ کوئی مسلمان اس کو شرک کہتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس پر قیاس کرتے ہوئے اگر مومن یوں کہے کہ فلانی بزرگ کی مہربانی سے ایسا ہوا یا یوں کہے کہ باخدا اللہ کسی ولی خدا نے یہ کرامت دکھائی جو خارق العادت ہو تو کیا ایسا کہنے کیوجہ سے وہ شخص مشرک ہو گیا۔ ہرگز نہیں۔ بالفرض اگر اس نسبت کے اقرار واعتقاد کی وجہ سے مشرک ہو گیا تو ان قرآنی آیات کا کیا جواب ہوگا۔ جہاں اس قسم کی درجنوں مثالیں ملتی ہیں بلکہ مشرک اور کافر تو وہ شخص ہے جو بے سوچے سمجھے آیات اللہ پر غور وفکر کے بغیر اور حقیقت ومجاز اور اصل وفرع میں فرق کئے بغیر شرک وکفر کا حکم مسلمانوں پر چسپاں کرتا ہے غرض یہ ہے کہ شرک وکفر، بدعت وحرام کا حکم لگانا ہر ایسے

شخص کا کام نہیں جو علوم نبویّہ علیٰ صاحبھا السلام التحیّہ سے بے گانہ اور نا آشنا ہو اس کے لئے فقیہ محقق، مدقق اور قرآن و حدیث کے اسرار و معانی سے باخبر ہونا ضروری ہے۔

(نوٹ: حضرت امیر شریعت علامہ و مولانا سید محمد قاسم شاہ بخاری صاحب رحمت اللہ علیہ کی مذکورہ بالا بحث سے چند مسائیل یعنی **شرک فی الصفات، علم غیب اور انبیا کرام علیہم سلام اور اولیأ کرام رحیمہم اللہ کی عطا** کے بارے میں ان کا عقیدہ بخوبی ظاہر ہوگیا کہ ان کا عقیدہ الحمد اللہ من وعن بمطابق عقیدہ اہلسنت والجماعت تھا۔)

ج)۔اختیار حقیقی اور اختیار مجازی کی تعریف و توضیح۔

۳۔تیسرا شرک فی الاعمال: ہے۔ وہ یہ ہے کہ عبادت کرنے والا اپنی عبادت و بندگی خالص خدا تعالیٰ کے لئے نہ کرے بلکہ خدا تعالیٰ کے ساتھ عبادت میں اور کسی مخلوق کا تقرب و رضامندی کا طلبگار ہو مثلاً نماز خالص خدا تعالیٰ کے لئے ہے مگر عابد اپنی سفاہت اور نادانی کی وجہ سے نماز پڑھنے سے غیر خدا کی رضامندی کے لئے بھی خواہاں ہوں یا عبادت کرے دکھادے یا شہرت کے لئے اپنی بڑائی اور عظمت کا اظہار کرنے کے لئے یا عبادت سے غیر اللہ کی خوشنودی مقصود ہو یہ عبادت شرک فی العمل الصالح ہے یہ بھی گناہ اور داخل شرک ہے کہ جملہ عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہونی چاہیں جیسا کہ سعید بن ابی فضالہؓ روایت کرتے ہیں:

"قال سمعتُ رسول اللہ ﷺ یقول اذا جمع الناس لیوم لاریب فیه نادیٰ مُنادٍ من کان یشرک فی عمل عمله للّٰه واحد فلطلب ثواب عنه' قال

اللّٰہ اغنیٰ الاغنیاء عن الشرک ''کہ میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے یہ ارشاد سنا جب قیامت کے دن میدان محشر میں لوگ اکٹھے ہونگے تو ایک پکارنے والا پُکار اٹھے گا جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے وقت کسی مخلوق کو اس کا شریک بناتا تھا تو وہ عمل عبادت کا ثواب اسی سے ڈھونڈے کیونکہ اللہ رب العزّت سب شریکوں سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہے۔

حضرات! یہ ہے شرک کی مختصر تحقیق اور دوسری طرف سے ایصال ثواب، توسل بذواتِ الانبیاء۔۔۔، زیارت قبور اور تقلید ائمہ اعلام یہ سب چیزیں شرک کے مفہوم سے کوسوں دور ہیں کہاں شرک اور کہاں توحید اور کہاں توسل اور کہاں یہ امور جن کا مشروع اور جائز یا مستحب ہونا متواترات سے ثابت اور مُبرہن ہے مگر بدقسمتی یہ ہے کہ کچھ لوگ ان سب جائز باتوں کی خمیر تیار کر کے اس کا نام ایمان و توحید بتاتے ہیں کون ہے جو ان کتاب وسنت اور عقل وفطرت سلیمہ کے دشمنوں کو یہ بتائے کہ پہلے باضابطہ کسی عالم دین سے زانوئے ادب تہہ کر لو تب کفر وشرک کی مشین گن استعمال کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو افراط وتفریط سے محفوظ رکھے اور سچے موحدین کی فہرست میں داخل فرمائے۔ آمین۔

(بحوالہ تفسیر ''سورۂ الکھف''، از حضرت علاّمہ سید محمد قاسم شاہ صاحب بخاریؒ)

بدعت کی تعریف

سوال۔حضرت مولانا صاحب!مہربانی کرکے بدعت کی تعریف تحریر فرما کر ہمیں لفظ بدعت کی اصلیت سے آگاہ فرمادیں؟ کیا ہر بدعت موجب گمراہی ہے؟

الجواب۔بدعت کی تعریف:۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مقدس ہے:''مَنْ اَحدَثَ فِی امَرِنا ھٰذا مَالیسَ مِنہُ فھُوَرَدٌ''(مشکواۃ المصابیح).

ترجمہ:''جوشخص ہمارے کام یعنی دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کرے اس کا جُز نہیں ہے.تو وہ چیز مردود ہے۔''

یعنی وہ چیز اللہ اوراس کے پیارے اورآخری رسول حضرت محمد عربی ﷺ کے دربار میں قبول نہیں ہے۔۔۔رسول اللہ کے ارشادِ پاک میں''فِی امَرِنا ھٰذا'' سے صاف ظاہر ہے کہ اگرکوئی شخص نئی چیز ایجاد کر کے اسے دین محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا جُز قرار دے،یعنی آپ ﷺ کی ساری اُمت پر لازم سمجھے اوراگراس کی ایجاد کردہ رسوم کوادا نہ کرے تواس پر طعن کرے اوراُسے دین محمدی ﷺ سے خارج اوراس کا تارِک سمجھے توایسا شخص رسول اللہ ﷺ کے دین کا بہی خواہ نہیں بلکہ وہ دشمن ہے۔کیونکہ دین اِلٰہی کی جگہ پر اپنے خودساختہ دین کو رواج دینا چاہتا ہے،اس کی ایجادکردہ رسموں کی اشاعت سے رسول اللہ ﷺ کے جاری کردہ دین میں یقیناً کمی واقع ہوگی۔

چناچہ آپ اکاارشادہے:''مَااحدَثَ قومٌ بِدعَۃً اِلّاَرُفِعَ مثلھانمِن السَّنۃ''

۔ترجمہ: ''کسی قوم نے کبھی کوئی بدعت اپنی طرف ایجاد نہیں کی، مگر اتنی سنّت اس سے اُٹھالی جاتی ہے۔(رساله اصلی حنفیت)

مسلمان بھائیو! غور کرو بدعت کسے کہتے ہیں، اور بدعتی کس کو کہتے ہیں، تا کہ ہزالوں سے بچ جائینگے۔

ہر بدعت موجب گُمراہی نہیں۔حدیث شریف میں جو ''کُلُّ بِدعتاٍ ضَلالَۃ'' آیا ہے اس سے ہر بدعت سیّہ مراد ہے یعنی اس حدیث کے لئے مُخصص موجود ہے جیسا کہ ابوداوود میں آیا ہے ''مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہُ اَجْرُھاوَاَجْرُمِن............یعنی آپ ﷺ نے فرمایا، جس نے کسی اچھی بات کی بنیاد ڈالی اس کو اس کے گناہ میں کمی ہوگی (اسی طرح) جس نے کسی بری بات کی بنیاد ڈالدی اس کو اس کا گناہ ہے اور ان لوگوں کا گناہ ہے جو اس پر عمل کریں گے اس کے بغیر کہ اس کے گناہوں میں کمی ہوگی''۔اس سے معلوم ہوا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں ''بدعت حسنه ''اور ''بدعت سیّه'' ورنہ اگر ہر نئی بات مطلقاً موجب گمراہی ہو تو فرمائے اور انصاف سے فرمائے کہ ہمارے زمانہ میں مسجدوں میں گھڑیاں لگی ہوئی ہیں ان کے ٹائیم کے مطابق ہم نماز پڑھتے ہیں تو اس کی وجہ سے سب مسلمان جہنمی ہیں، ماذ اللہ مِنْ ذَالک، اور خود گھڑیوں کو مسجدوں میں رکھنا بھی بدعت سے خالی نہیں۔۔ہاتھ کے اوپر گھڑیوں کو باندھنا کس حدیث سے ثابت ہے؟ جمعہ کے دن خطبوں کا ترجمہ کرنا بدعت نہیں تو اور کیا ہے؟۔۔۔سات سات قسم کے سالنوں کے ساتھ دعوتوں میں کھانا تناول کرنا بدعت نہیں تو اور کیا ہے؟۔۔۔لہٰذا حدیث میں ''کُـــــلُ

بِـــدْعةٍ ‘ عام بدعت مراد نہیں بلکہ بدعت سیئہ مُراد ہے جس سے دین اسلام کی جڑیں کھوکھلی ہوجائیں:۔

(الاعتقاد اگست۔ستمبر ۱۹۸۲)

☆☆☆☆

مسلہ نور اور نفس

نور کی تعریف کے سلسلہ میں تفسیر روح البیان کی درج ذیل عبارت بھی اس سِلسِلہ میں ذہن میں رکھنے کے قابل ہے، فرماتے ہیں۔

وقال حضرت الشیخ الشھیر باُ فتادہ قُدسَ سّرہ خَطَرَ ببالی علیٰ وجہ الکشف اَنَّ النورَ فی قولہ تعالیٰ (اللّٰہ نورُ السمٰوات و الارض) بمعنی العلم وھو بعنی العالم من بابِ رجل '' عَدْل'' و وجہُ المُنا مبتہ بینھما اَنَّہُ تنکشِفُ با لنُّور دالمحسوسات و بالعلم تنکَشِفُ المعقولاتُ بل جمیعُ الا مورِ کذافی الواقعات المحمودیۃ و یقالُ انّہ مُنورُ السّمٰواتِ با لشَّمسِ وا لقمَرِ والکواکبِ و لارضُ بلا نبیاءِ و العُلماءِ و العُبادِ.

یعنے جناب شیخ افتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے بطور کشف معلوم ہوا کہ آیت اَللّٰہُ نور السَّمواتِ و الارض میں نور بمعنے علم اور علم بمعنی عالِم ہے جیسے رجل '' عدل'' بول کر رَجُل ''عَادِل'' مبالغتہً مراد لیتے ہیں نور اور علم میں مناسبت ظاہر ہے۔ کہ نور سے محسوسات کا اِنکشاف ہوتا ہے۔ اور علم سے معقولات بلکہ تمام امور منکشف ہوتے ہیں جیسا کہ واقعات محمودیہ ہیں تبضصیل مذکور ہے اور آیت مذکورہ کی تفسیر میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو آفتاب، ماہتاب اور ستاروں اور سیاروں سے منور فرماتا ہے۔ اور زمین کو پیغبروں، دینی عالموں، زاہدوں اور اولیاء اللہ سے زینت اور نور افشان بناتا ہے۔

عرائس البیان میں اَللّٰہُ نور السَّمواتِ و الارض کے متعلق فرماتے ہیں۔
آسمان اور زمین سے مومن کی صورت مُراد ہے کہ اس کا سر آسمان ہیں اور اس کا بدن زمین
ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مومن کے سر اور بدن کا نور ہے کہ اس نے مومن کے سر کو
قوت سامعہ، قوت باصر،ہ قوت شامۃ، قوت ذائقہ اور قوت بیانی سے آراستہ اور مزین فرمایا
ہے پس آنکھوں کا نور آفتاب اور ماہتاب کے نور کی طرح ہے کانوں کا نور۔۔اور مشتری کی
طرح ہے ناک کا نور مرّیخ اور۔۔۔۔(کچھ الفاظ پڑھے نہیں جاتے ہیں) کا نور عطارُد
کے نور کے مُشابہ ہے اور یہ روشن سیارے سر اور دماغ کے برجوں میں گشت کرتے اور گھومتے
ہیں اور بدن ارضی کا نور جوارح، اعضاء، عضلات، گوشت، خون، بالوں، ہڈیوں اور
پہاڑوں کے ساتھ مُشاکلت اور مماثلت رکھتا ہے اس تحقیق سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ آدمی
اپنے نفس اور اپنی ذات پر کچھ تھوڑا سا غور کرے تو اُسے یقیناً اپنے خالق وکارساز رب
کائنات تک رسائی ہوگئی۔اس لئے سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا مَن عَرَفَ نَفسَہُ فَقَدُ
عَرَفَ رَبَّہُ ہاں اس جگہ یہ بات ضرور یادرکھئے کہ نور مطلق تو صرف ذات باری تعالیٰ ہے۔
یہ قدیم ہے کہ خدا کی صفت ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات پاک قدیم ہے اسی طرح
اُس کی صِفات بھی قدامت کے شرف سے موصوف ہیں اور وہ نور جو بمقابلہ ظلمت وتاریکی
کے بولتے ہیں وہ حادِث ہے پس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے
اس نور کا خالق ہے جو بمقابلہ ظلمت ہے ورنہ اگر آیت سے مطلق نور مُراد لیا جائے تو لازم
آئے گا کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی ذات یا اپنی صِفت کا خالق ہے یہ علم الکلام اور علم العقائد کے

مُسلمات کے بلکُل برخلاف ہے۔ فَتَفکر فَا نَّہ دَقیقٌ اسی جگہ آیت وَالَذِینَ کَفَرُوا اَولِیَاءُ ھُمُ الطَّا غُوتُ یُخرِجُونَھُم مِنَ النُّورِ اِلی الظُّلُمَاتِ، سے ظاہری طور پر یہ اِشکال ہوتا ہے کہ آیت میں جن کافروں کا ذکر ہے وہ شروع عمر ہی سے کافر اور ظلمت کدہ کفر میں ڈوبے ہوئے تھے تو ان کے پاس نور کا نام ونشان تک نہیں تھا تو پھر اس فرمانے کا کیا مطلب ہے کہ شیاطین انہیں نور سے کفر وضلالت کی تاریکوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ میرے نزدیک اس کا آسان جواب یہ ہے کہ آیت میں نور فطری استعداد ہدایت اور طبعی صلاحیت مراد ہے مطلب یہ کہ کافروں کے کُفر کی وجہ سے شیاطین نے اُنکی فطری صلاحیت اور فطری اِستعداد ختم کی ہے کیونکہ آدمی میں فطری طور پر دین اسلام قبول کرنے کی صلاحیت ہے اُسی بنا پر وہ مُکلف اور مامور شرائع ہے ورنہ تکلیف مالایطاق لازم آئے گا۔ وھو کما تریٰ غیرُ جا ئزٍ شَرعاً وَعَقلاً۔

اس مقام پر آپکو متن کی عبارت پر ایک اِشکال ضرور وارد ہوگا لہذا اُس کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیے اِشکال یہ ہے:۔ حضرت مصنف رضی اللہ عنہ نے آن حضور صلیّ اللہ علیہ وسلمّ کی تعریف میں فرمایا شَاھِدِ اَسرَارِ الازَلِ وُمَشاھِدِ اَنوَارِلسَّابِقِ الاَوَّل، کہ اسرار اور انوار میں کون سی مناسبت یعنے ان دونوں میں کون سا تقابل ہے۔ میرے نزدیک منطقیانہ اور فلسفیانہ مباحثہ میں پڑے بغیر آسان جواب یہ ہے کہ اَسرار سے وہ امور مُراد ہیں جن کا تعلق عالم غیب سے ہے اور انوار سے وہ امور جلیہہ مقصود ہیں جن کا تعلق عالم ظاہر سے ہے یا اسرار سے حکم افعال الہیٰ اور انوار سے اُن کے ثمرات اور اثر مُرتب مقصود ہے۔ بہر حال کُچھ

بھی مُراد لیجئے کہ یہ دونوں مقدس فقرے آیت اِنا اَر سَلنَاکَ شَاھِدً رمُبَشّرً وَنَدیرًا وَ دَاعیاً اِلی اللّٰہِ باِذنِھی وَ سِرَ اجاً منیراً کی طرف اشارہ ہے اس لئے ان دونوں جملوں میں صفت تلمیح ہے۔

یوں تو ہم نے حضرت قطبُ الاقطاب رضی اللہ عنہ کے ان دو فقروں کی لمبی تشریح کی مگر حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہُوا۔ اور ہو بھی کیسے کہ قطب کی بات قطب ہی سمجھ سکتا ہے ۔ہاں اہل حال سے دریافت کیجئے تو وہ چند اشاروں میں صحیح مطلب تک پہنچ جائیں گے۔ اس لئے حضرت عارف رومی رحمہ اللہ نے فرمایا۔

قال را بگذر مرد حال شو　　　　پیش مرد کاملے پامال شو۔

(شفاءُ البشر فی شرح کبریت احمر صفحہ نمبر ۲۲۷ تا ۲۲۹)۔

☆☆☆☆

نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا بیان

''عن ابی هریرةَ قالوا یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم متیٰ وجبت لک النّبوة قال وآدم بین الروح والجسد۔''

(رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عرض کیا کہ آپؐ کی نبوت کب وجود میں آئی؟ آپؐ نے جواب دیا ''میری نبوت اُس وقت متحقق ہوئی جبکہ ابھی آدمؑ کے جسم میں روح نہیں ڈالی گئی تھی''۔

اس حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآسلم کا وجود مبارک تمام انبیاء کرم علیہم اسلام کے وجود پر مقدم ہے۔ چونکہ نبّوت معنوی لحاظ سے نُورِ رَبّانی ہے اس لئے آپؐ کا نُورِ مقدس صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلم لازمی طور پر انبیاء ومرسلین کے انوار پر مقدم ہے جس کی تائید حدیث ''اَوّلَ مَا خلقَ اَللہ نُورِی ۔'' کہ رَبّ الْعزت نے سب سے پہلے میرا نُور آفریدہ کیا ہے، سے بھی ہوتی ہے۔ پس جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبّوت قیامت تک باقی ہے، اسی طرح آپؐ کی نبّوت کے انوار و برکات اور فیضان وعنایت رہتی دنیا تک طالبین حق اور صراطِ مُستقیم کے طلب گاروں کو ضیا فِشانی اور سچی رہنمائی کرتے رہیں گے۔ صلی اللہ علیہ وَ الہٖ وَسلم۔

اسی نُورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں امام دوران حضرت عبدالعزیز دبّاغؒ ایک مُرید کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اے بیٹے اگر سیّدنا محمّد صلی اللہ علیہ وَ الہٖ وسلم کا نُورِ مُقدسؐ نہ ہوتا تو زمین کے اسرار میں سے ایک سِر بھی ظاہر نہ ہوتا۔ وہ نُورِ معظمؐ نہ ہوتا۔ تو نہ کوئی چشمہ اُبلتا اور نہ کوئی نہر بہتی اور اسے فرماتے ہیں:۔ عزیز من! جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وٗ الہٖ وسلم کا نُور مبارک موسم بہار کے شروع میں تین مرتبہ تمام بیجوں پر مہکتا ہے جس کی برکت سے اُن میں پھل آتا ہے اور اگر نُور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتا تو کوئی تخم بھی پھَل نہ لاتا اور اُس مُرید کو فرمایا:۔ بیٹے! ضعیف ترین ایمان والے کو بھی اپنا ایمان پہاڑ جیسا، بلکہ اس سے بھی بڑا اور وزنی معلوم ہوتا ہے اور ذاتِ انسانی بسا اوقات ایمان کا یہ بوجھ اُٹھانے سے عاجز ہو کر اس کے پھینکنے کا ارادہ کرتی ہے۔ عیاذاً باللہ مُرتد اور آزاد ہونا چاہتی ہے کہ دفعتہً نُور مّحمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مہکتا ہے اور خوشبو دیتا ہے، اور ایمان اُٹھانے میں مُعین و مددگار رہتا ہے جس کی وجہ سے مومن کو ایمان شریں اور پاکیزہ معلوم ہونے لگتا ہے اور وہ اس کی برکت سے اِرتداد اور بے دین ہونے سے بچ جاتا ہے۔ غرض عظمت شانِ مّحمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حسنات و خیرات کا ذکر کرتے کرتے جو بطفیل نُور محمّدی صلی اللہ ولیہ وآلہٖ وسلم دُنیا و مافیھا کو نصیب ہوئی ہے۔ میں (یعنی عبد الغیر ین دباغ) ذاتِ محمّدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں محو اور فنا ہو گیا ہوں (فرماتے ہیں) جب میرے اس مُرید نے میری حالت دیکھی تو کہا:۔ اے میرے آقا! اسی نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جاہ کا واسطہ ہے مجھے بھی کوئی سِرّ اور روحانی راز بتائیے، فرماتے ہیں:۔ یہ سُن کر میں نے بتانے سے باز رہنا چاہا، مگر جب اس نے بڑی ذاتِ مبارکؐ کے جاہ کا واسطہ دیا میں نے دریا دِلی اور محبت سے کام لیکر اس کو نُور،

بصیرت دیا مگر چند ہی روز گئے تھے کہ وہ اُس راز کو چُھپا نہ سکا تو اس کے خلاف قتل کا فتویٰ صادر کیا گیا، کیونکہ "اَلعِلمُ حِجّابٌ لا کبر" کہ عمل ہی اسرار و معانی اور حقائق اشیاء کے مطالعہ کرنے سے بڑا پردہ ثابت ہو جاتا ہے خاصکر جبکہ علم دین ایسے لوگوں سے حاصل کیا جائے یا ایسی کتابوں سے اخذ کیا جائے کہ جن عالموں اور جن مصنفین کو پوری نسبت باذات سُوّدہٗ صفات حضرت سید المرسلین ﷺ نہ ہو اس بنا پر لوگ عصرِ حاضر میں عِلم دین حاصل کرنے کے باوجود اس شعر کے مصداق بن جاتے ہیں۔

پڑھ پڑھ کے پتھر بنے، لکھ لکھ کے چوُر

جس عِلم سے خُدا مِلے وہ پڑھنا ہے کچھ اور

(تریاقِ اکبر فی حاشیہ کبریتِ اَحمر صفحہ نمبر ۸۴ تا ۸۸ والاعتقاد نومبر ۱۹۸۴ء)

☆☆☆☆☆

خصائیص نام محمد ﷺ

قرآنِ کریم میں صرف چار جگہوں میں آپؐ کا نام مبارک صراحتہً ذکر کیا گیا ہے

(۱) وَمَامُحمّدُ الا رسول...

(۲) مَا کانَ مُحمّد'' ابا احدٍ مِنُ رجالکم ... الخ

(۳) وَامَنوُ بِمَا نزِّل عَلیٰ مُحمّدٍ وَّھُوَالحقّ.

(۴)مُحمّدٌ رَسُول اللّٰہ''

ہر جگہ ان چار جگہوں میں آپؐ کے اِسم مقدّس کو صراحت کے ساتھ ذکر نے میں خاص خاص نکتہ ہے۔ اس جگہ ہم اس نکتہ کی طرف آپ کے اذہان مبذول کریگے جو بعض صوفی منش حضرات نے ذکر کیا ہے، وہ یہ ہے: '' محمّد'' میں پانچ حروف ہیں کیونکہ دوسرا ''میم'' جو ''ح'' کے بعد واقع ہے مُدغم ہونے کی وجہ سے دو''میم'' ہے۔ لہذا ہے منجملہ خصائص آنجناب ﷺ یہ ہے کہ آپؐ کے اسم مُبارک کے اعداد وشمار باعتبار بسط نہ بحسابً ابجدً تین سو تیرہ (۳۱۳) نکلتے ہیں جو مُرسلین عظام کے عدد شمار کے موافق ہیں کیونکہ ان کی تعداد بھی ۳۱۳ ہے اس کی صورت یہ ہے کہ جب ہم ''مُحمّد'' کے پہلے''م'' کو باعتبار بسط و تکبیر لکھیں، تو یوں لکھیں گے 'م'ی'م' تیسرے ''م'' کو م'ی' اور تیسرے ''م'' کو م'ی'م' لکھیں گے تو ان اعداد کو جمع کر کے ۲۷۰ عدد ہوئے۔اور ''د'' کو دا'ل' کی صورت میں لکھیں گے تو' ۳۵ عدد ہوئے اور''ح'' کو بغیر بسط کے ۸ عدد ہوئے۔اس طرح ''محمّد''

کے کل عدد (۲۷۰+۳۵+۸) ۳۱۳ ہوئے جو مُرسلین عظام کی تعداد علی الاصح ہے۔ اس مں اس بات کی طرف اِشارہ ہے کہ پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد ﷺ میں وہ تمام صفاتِ عالیہ پائی جائیں گے جو تین سو تیرہ (۳۱۳) پیغمبروں میں علٰحیٰدہ علیحٰدہ اور جداگانہ پائے جاتے تھے۔ چنانچہ حقیقت اور واقعیت ایسی ہی ہے کہ ہمارے نبی معظم ﷺ اُن پیغمبروں کے اوصاف جلیلہ کے حامِل اور جامع تھے۔

حسن یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
خط سبز ولب لعل ورخ زیبا واری

آنچہ باں ہم درند تو تنہا داری
شیوۂ شکل وشمائل حرکات وسکنات

(تریاقِ اکبر فی حاشیہ کبریت احمر صفحہ نمبر ۸۹ تا ۹۱)

☆☆☆

اولیت نبوت مصطفیٰ ﷺ

''عن ابی هريرةَ قالوا يا رسول الله صلى الله عليه و آلهٖ وسلّم متىٰ وجبت لک النّبوة قال وآدم بين الروح والجسد۔''(رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عرض کیا کہ آپؐ کی نبوت کب وجود میں آئی؟ آپؐ نے جواب دیا ''میری نبوت اُس وقت متحقق ہوئی جبکہ ابھی آدمؑ کے جسم میں روح نہیں ڈالی گئی تھی''۔

اس حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآسلم کا وجود مبارک تمام انبیاء کرم علیہم اسلام کے وجود پر مقدم ہے۔ چونکہ نبّوت معنوی لحاظ سے نُورِ ربّانی ہے اس لئے آپؐ کا نُور مقدس صلی اللہ علیہٖ وآلہ وسلم لازمی طور پر انبیاء ومرسلین کے انوار پر مقدم ہے جس کی تائید حدیث۔'' اَوّلَ مَا خلقَ اَللہ نُورِی۔'' کہ رَبّ العزت نے سب سے پہلے میرا نُور آفریدہ کیا ہے، سے بھی ہوتی ہے۔ پس جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبّوت قیامت تک باقی ہے، اسی طرح آپؐ کی نبّوت کے انوار و برکات اور فیضان وعنایت رہتی دنیا تک طالبین حق اور صراطِ مُستقیم کے طلب گاروں کو ضیا فِشانی اور سچی رہنمائی کرتے رہیں گے۔ صلی اللہ علیہٖ وَالہٖ وَسلم۔

(تریاق اکبر فی حاشیہ کبریت احمر صفحہ نمبر ۸۴ تا ۸۵)

☆☆☆

تعظیم و اختیار نبی کریم ﷺ

اللہ تعالیٰ کی یہ بہت بڑی عنایت و مہربانی ہے کہ اِس دَورِ الحاد و بے دینی میں بھی نِسبتاً مسلمانانِ کشمیر کے قلوب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وَسلم کے عشق و محبّت اور وا لہانہ عقیدت میں مست و فریفتہ اور معمور و منّور رہیں۔ اور بزبان حال و قال گنگنا کر عرضی رسان ہیں۔

مَن شمع جاں گدازم وتو صُبح دلکشائی | میرم گرت نہ بینمت سوزم چورُخ نمائی۔

نزدیک آں چناں نم و دور آں چناں کہ گفتم | نے تاب وصل دارم و نے طاقت جدائی۔

اور آنحضور صلّی اِللہ علیہ وآلِ وسلّم کی محبت کی بنا پر اَولیاءِ اُمّت سرِ آمد مَستانِ بادۂ اَلَست سے بھی پُورا ربط وضبط، رُوحانی تعلق و اِرتباط رکھتے ہیں۔ اور اگر بے چارے عوام مُسلیمن کسی وقت یا کسی جگہ بالفرض افراط و تفریط اور حدِ اعتدال سے تجاوز و زیادتی کرتے ہیں۔ تو اُس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ اس مُلک میں مذہب اِسلام کی صیح اور کامِل قیادت و رہنمائی کئ صدیوں سے معدوم و مفقود ہے۔ وَرنہ ہمارے مُسلمان بھائیوں کو اَللہ تعالیٰ، اُس کے رسُولِ برحق صلی اللہ علیہ وآلہِ وسلم اور اولیاء الرحمٰن سے جو شیدائیت اور فریفتگی ہے وہ باقی اِسلام بلاد سے بہت زیادہ ہے۔ اور نظیری نیشاپوری جس نے اِس شعر میں عشق مُحّمدی صلی اللہ علیہ وآلہِ وسلّم کا اظہار کیا تھا۔

نظیری چناں سازِ صاف سخن کُن | کہ رُوح نبیؐ خوش شود از مقالت

اگر وہ کشمیریوں کے عشق ومحبّت بارسالت پناہ روحی لہ الفد ادیکھتا تو وہ بھی حیران وششدر ہو جاتا۔اوراگرصاحب قصیدۂ بردہ حضرتِ علاّ مہ بوصیری رحمہ اللہ اپنے اِس شعر کے بعد

وَمَنْ تَکُن بِرسُولِاللّٰہِ نُصرَتُہُ اِن تَلقہُ الاسُدُ فِی اٰجا مِھا تجم

کشمیری شاعر کا یہ شعر ملاحظہ فرماتے:۔

نبی مختار چُھوک غمخوار سونوی چُھوبَس دادن دَوا دیدار چوُنوی

تو بلا شُبہ وہ بھی اپنے شعر پر نظرِ ثانی کرتے۔بہر حال اگر چہ کشمیر میں مجموعی طور پر اِسلام دیر سے پہنچا مگر بحمد اللہ پھر بھی دوسرے اِسلامی مُلکوں سے کشمیری مُسلمانوں کے دِلوں میں دینی جوہر اور دینی مُحبت ،ایمانی جوش وخروش اور عشق تا جدارِ عَرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وَسلّم سے زیادہ اور سب سے فراوان ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْنَاوَ لاتَنْقُصنَا اور آنخضور صلی اللہ علیہ وآلہِ وسلّم کی سچّی مُحبت یہ ہے کہ آپؐ کی اتباع وپیروی کی جائے اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِطاعت پذیری، تابعداری، قُربِ خُدا اور رضائے اِلٰہی کی موجب ہوسکتی ہے،اور بس ظاہر ہے کہ آنخضور صلی اللہ وآلہِ وسلّم کی مُحبت کا اندازہ اور قدر وقیمت آپؐ پر صلوٰۃ و سلام کے بھیجنے پر مُنحصر ہے' اِس لئے سلف صالحین نے درودِ شریف کی فضیلت وافادیت پر سینکڑوں کتابیں تالیف وتصنیف کی ہیں۔جن میں سے درود کبریت احمر مؤلفۂ قطب الاقطاب، آفتاب ولایت، ماہیت، ماہتاب بُرج کرامت سیدّ ناومولٰینا شیخ محیّ الدّین عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ، وارضاہ عنا بھی ہے۔ ہر چند یہ وظیفہ نہایت مختصر ہے مگر جس طرح یہ قول کہ کلام الملوک ملوک الکلام اسی طرح یہ قول بھی اس سے زیادہ صحیح اور باوزن

ہے کہ کلام الاقطاب اقطاب الکلام حضرت مؤلف رضی اللہ عنہ نے اپنی اس لطیف ترین تصنیف کا آغاز صلوٰۃ وسلام کے تین فقروں سے کیا۔ اس کے بعد حضرت سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے تقریباً دوسو گیارہ اوصاف شریفہ اور نعوت مُبارکہ اس طرح ذکر کیئے کہ گویا اجمالاً و اِختصاراً آپ ؐ کی تمام حیٰوۃ اقدس آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے اور پڑھنے والا اور غور کرنے والا سعدی شیرازی رحمہ اللہ کی طرح حالت حیرانی میں بے ساختہ پُکار اُٹھتا ہے۔

ثنائے تو طٰہٰ یٰسٓ بس است تُرا عزّ تمسکین لولاک بَس است

یعنی اگر اللہ تعالیٰ کسی عاشق صادق عالم باعمل کو توفیق دے تو اِن دوسو گیارہ اوصاف عالیہ، صفات مُقدّسہ کی تشریح کئی ضخیم جلدوں میں کرسکتا ہے، اور آخر میں حضرت میں حضرتِ مصنف ادعیہ تسعہ (ایسی نو دعائیں) لے آئے جو نہایت پُرتاثیر و پرعظمت ہیں، غرض درمیانی دوسو گیارہ اوصاف حمیدہ اور نعوت مُبارکہ ایسے ہیں کہ دریائے بے کنار اور بحرلا ساحل کا درجہ رکھتے ہیں کہ ان سے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عظمت ورافت، نبوّت و رسالت، عبدیت و اِستکانت، عبادت و ریاضت، بشارت و نذارت، اخلاق طیبہّ طاھرہ، علم وحکم پر احاطہ، اسرار و انوار کے سرچشمہ، اولیت معنویت، عاقبت و حاشریت، ابتدائی نبوّت تادم قیامت، معجزات باہرات نعوت جمال وجلال، خشیتہ ورھبت، مناقب و شمایل، نرم گفتاری وشیرین بیانی، حیوانات سے ہمکلامی اور اِن کی دادرسی خوارق عادات، قبولیت دُعا، قُرب حقیقی دربارگاہ حضرت اللہ، جہاد وغزوات، مکی و مدنی حیات طیبہّ، قوم و

نسب، خاندان و دودمان عالی نِشان، تبلیغ دینِ متین، اداء امانتِ ربّ العالمین، اِطاعت و انقیادلِاِ مراللہ، تمام کائنات کے لئے آنجنابؐ کا اصلی لاصول اور علّتہ العِلَل ہونا۔ ذرّات عالم میں آپ کا موجزن ہونا، حیات و ممات اور وفات و یقین طلب رفاقتِ ملأ اعلیٰ، شفاعتِ کُبریٰ، طلب رضاء ربانی، حُسن خاتمہ کی کشش اور تڑپ، اتغاء جنّت، اِستعاذہ مِن مکر اللہ وعذابہ۔۔۔غرض آپؐ کی حیاتِ مُقدّسہ کا وہ کونسا باب اور گوشہ ہے، جس کی آں قطب الا قطابؒ نے اس مختصر وظیفہ میں پُوری فصاحت و بلاغت سے اور عجیب وغریب تلمیحات سے وضاحت نہ کی ہو۔اور عجیب تر یہ اَمر ہے کہ حضرت قطب الا قطاب رضی اللہ عنہ نے اِس انمول اور بیش بہاو ظیفۂ دردو میں فصحاء عدنان اور قحطآن کی بھی مات کر دی ہے۔کہ اس میں علم المعانی کے آٹھوں بابوں۔

ا۔احوال اسناد خبری ۲:۔ احوال مسندالیہ ۳:۔احوال مسند ۴:۔احوال متعلقات الفعل ۵:۔بحث قصر ۶:۔بحث فصل و وصل ۷:۔اِنشاء ۸:۔ایجاز واطناب ومساوات علم البیان کے مضامین ولالت مطابقی، دلالت تضمنی، دلالتِ التزامی۔ حقیقتہ و مجاز، کِنایہ، تشبیہ تمثیل، اِستعارہ، علم البدیع کے محسنّات لفظیہ ومعنویہ، مصطلحات صوفیہ، علماء منطق وفلسفہ کے الفاظ، مستعملہ کُلیّ جُزئیؔ۔عالم ساوی وعُلوی درطبقات الارض جس سے اِس بات پر اِشارہ اور تنبیہ کرنا مقصود ہے۔کہ تمام ذرّات عالم پر آفتابِ نبوّت کی ضوء فشانی ہو رہی ہے۔اور بمقتضاء اول ماخلق اللّٰہ نُوری ہر چیز اور ہر ذرہّ پر آپ کا پرَتو معنی وصورتاً محیط ہے۔اِس جامیت وکاملیت کے باوجُود بحال کیا؟ کہ کِسی جگہ آپ اس مختصر اعجاز نما وظیفہ میں کہیں

عبارت میں پیچیدگی اور دِقت ودشواری پائیں گے۔حاشاوکلاّ۔حضرت مصنف قدس سرَھـہ ُ نے کبریت احمر میں اِسی پر بس نہیں کیا بلکہ قارئین وظیفہ ھٰذا کو اِس بات کا تاُثرّ دیا کہ حضرتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سارے عالموں کے رُوح لطیف، عِطر وجوہر ہیں۔آپؐ کے ما سِوا کو جسد بے جان ٹھہرایا، اسی طرح آنجناب ہمایوں خطاب نے علم نحو کے قواعد سے کہ گا ہے الف لام سے اِستغراقی، گاہے عہد خارجی، کسی جگہ جنسی اور عہد ذہنی مُرادلیا۔اور کبھی قرآن مجید کے اسلوب کے مطابق جمع بول کر تثنیہ مُرادلیا۔اس سے آپؒ نے حضرتِ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات وخصوصیات، ملکوتی صفات و بشری امتیازات شمار کر کے قارئین کِبـریَـت اَحـمَـر کو تنبیہ کی کہ پہلے اپنے دل ودِماغ میں عظمت رسولِ خُدا شفیع روزِ جزا کا تصّور کرو اور پھر اپنے ظاہر وباطن، دِل وزبان کو ظاہری آلودگی سے پاک وصاف کرو، اور پھر ان کو حسد، بغض، کینہ، عداوت مشاجرت ومنافرت سے دُور کرو، تب پُورے ادب و احترام سے روبہ قبلہ بیٹھ کر آفتاب نبوّت کے یہ صفاتِ عالیہ ملحوظ رکھ کر درودخوانی کرو تو یقیناً اِس طریقہ سے پڑھنے سے تُم کو حضور پُر نُور صلی اللہ علیہ وَآلہ وسلّم کا ظاہری قرب ونزدیکی اور معنوی تعلق بھی پیدا ہو جائے گا۔اور صرف بے سمجھے نواسجنی اور بے باکانہ وریا کارانہ حلقہ سازی کافی نہیں کہ خاقانی جیسا شاعر عبقری اِس بات کی تمناّ کرتے ہوئے کہتا ہے:؎

باآں کہ مراایں امیری　　　　سگبانِ تو باشم ارپذیری

اورایک عشق ومحبّت کا شہسوار کہتا ہے:؎

آفاق ھا گر دیدہ اَم　　　　بِسیارخوباں دیدہ ام

مہرِ مُبتیان و رزیدہ ام　　　امّا تو چیزی دیگری

سُبحَانَ اللہ جس حبیب کبریا کی یہ عظمت ہو کہ :

حبیب خُدا اَشرف انبیا　　　که عرش مجیدش بود مُتکا

زباں دردھاں تا بود جای گیر　　　ثنا ئے مَحّمدؐ بود دلپذیر

ساتھ ہی اِس بات پر بھی پُورا غور کیجئے کہ جب کہ عظمتِ محمّدیؐ اس شان کی ہے تو شانِ خُداوندی کا کون تصّور کر سکتا ہے؟ تو اس خُدا کا ہر وقت دھیان رکھنا، اس کے احکام کا پابند رہنا کِتنا ضروری اور واجب ہے۔

(بحوالہ تریاق اکبر حواشیِ کبریتِ احمر، صفحہ نمبر ۳ تا ۱۰)

☆☆☆

مولود نبی ﷺ تقریبات سعیدہ کا انعقاد مسلمانوں کا حرز جان اور موجب سعادت وشفاعت

فتویٰ بخاریہؒ

بسلسلہ

عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم)

سوال: بارہویں ربیع الاوّل کا بتقریبِ ولادتِ باسعادت حضرت سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نعت خوانی، اظہارِ فرحت وسرور کرنا، جلسوں اور جلوسوں کا اہتمام کرنا مطابق سُنّت وحنفی مسلک درست ہے یا نہ، ہمیں اُمید ہے کہ آپ صاف صاف جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔ **(سائل: غلام محمد شاہ اندرابی صفا کدل)**

الجواب: ومن اللّٰہ الصّواب. **محترم من!** بارہویں ربیع الاوّل یعنی روزِ فیروز ولادت باکرامت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں تقریباتِ سعیدہ طیّبہ طاہرہ منانا خواہ بصورت **مواعظ** اور **وعظ وتبلیغ** کے ہوں یا بصورت **جلسہ وجلوس** اور **انفاق فی اللہ** کے ہوں۔ سارے مسلمانوں کا **ایمان اور حرز جان** یہی نہیں بلکہ **موجب سعادت و شفاعت** ہیں خاصکر اس دہریت ولادینیت کے زمانہ میں تو مذکوہ امور انجام دینا واجب اور نہایت ضروری ہے کیونکہ اس سے **اسلام کی تعلیم وتبلیغ کا دروازہ کھل کر** تمام باخدا انسانوں کے لئے مغفرت کا سامان بہم ہوجاتا ہے۔

میرے نزدیک اس دعویٰ پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: ''ماراہ المسلمون حسنا فھو عند اللّٰہ حسن ومثلہ [1] کی باب الامارہ ومن سن سنۃ حسنۃ..... کذا فی آخر کتاب الاثار'' [2] کہ جس امر اور جس چیز کو بشرطیکہ نص قطعی کے خلاف نہ ہو اچھا سمجھ کر مسلمان کریں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی حسن اور اچھا ہے یعنی ہر وہ امر
جس سے اسلام کو تقویت ہو جائے وہ امر اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی پسندیدہ ہے۔

پس میلادِ مقدّس کے امورِ مذکورہ سے اسلام کو فائدہ ہوتا ہے تو اس کا منکر بے خبر ہی ہوسکتا ہے اور اگر کسی نے ایسے متبرک دن کے اہتمام سے منع کیا ہے وہ محض اسلئے کیا ہے کہ ان جلسوں اور جلوسوں میں کوئی شخص یا جماعت کسی امر منکر کے مرتکب نہ ہو جائے۔ جیسا کہ ہمارے ڈاکٹر صاحب [3] نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مسلک لکھنے کے بعد چھ سال پہلے ۔۔۔فٹ نوٹ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ باہر سے آئے ہوئے روپیوں نے لوگوں کے دلوں سے ایمان بھی کھویا اور علم و دیانت کو بھی سلب کیا ہے۔ والی اللّٰہ المشتکی۔

اسی طرح میرے نزدیک میلادِ مقدّس اور اس کے لوازم کے منانے پر وہ حدیث شریف بھی ہے جو **مشکوٰۃ شریف** میں مذکور ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مدینہ شریف میں ہجرت کر کے رونق افروز ہوئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے وہاں کے یہود کو دسویں محرم روزہ رکھتے ہوئے پایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان سے وجہ

دریافت کی: ما ھٰذا الیوم الذی فصوموا فیہ کہ یہ کیا دن ہے کہ جس میں تم روزہ رکھتے ہو؟ تو انہوں نے ''یوم عظیم'' کہکر جواب دیا کہ یہ بڑا دن ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو فرعونیوں سے نجات دی اور فرعون کو غرقِ بحر فرمایا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس نعمت کے شکرانہ میں روزہ دار رہتے تھے تو ہم بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی میں روزہ رکھتے ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انہیں نحن اولیٰ بموسیٰ منکم فرمایا ہم تو از روئے اصولِ دین تم سے موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب اور نزدیک ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم دسویں عاشورہ میں روزہ رکھتے تھے۔ (مشکوٰۃ ، کتاب الصّیام) مختصراً اس حدیث مبارک سے بہت سے وقتی اشکالات دور ہو جاتے ہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ایسی مقدّس تقریبات میں کوئی خلافِ شرع بات نہیں ہونی چاہیے۔ جیسے ہندوستان کے کچھ علاقوں میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے زمانہ میں ہوا کرتی تھیں جسکی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے محتاط قلمِ گوہر رقم نے جداگانہ راہ اختیار کیا ہے جسکو دیکھکر کچھ بد اعتقاد ناک چڑھاتے ہیں۔ بہر حال حنفی مسلک کی بنیاد قرآن وسنّت اور اجماع اُمّت وقیاس ہے تو ہم (نے) دو حدیثوں پر اختصار

کر کے عصرِ حاضر میں بارہویں ربیع الاوّل کے شادیانے اور تقریباتِ سعیدہ منانا ثابت کیا ہے۔

چونکہ آپ نے حنفی مسلک بھی اپنے سوال میں ٹھونس دیا ہے آیئے اور دیکھے رئیس الاحناف حضرت مولینا عبد الحق محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ''محفلِ میلاد النّبیؐ منعقد

کرنے کے خصوصی تجربے یہ ہیں کہ میلاد کرنے والے سال بھر تک اللہ کی حفظ و امان میں رہتے ہیں، حاجت روائی اور مقصود برآری کی خوشیوں سے جلد تر ہم آغوش ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن پر رحمتیں نازل کرتا ہے جو میلاد النبیؐ کی شب کو عید مناتے ہیں۔۔۔۔۔۔ الخ'' ۵
۔ باقی یاد رکھئے بفضل اللہ بخاریؔ خوش اعتقادوں اور بداعتقادوں کو خوب جانتا اور پہچانتا ہے اور زمانہ کے حالات ہر فقیہ کے سامنے ہونے چاہیے۔

(الاعتقاد ۱۹۸۹ء)

حاشیہ: (از مرتّب: ارشاد حسین شاہ)

۱: ماراہ المؤمن حسنا فھو عند اللّٰہ حسن وما راہ المومنون قبیحا فھو عند اللّٰہ قبیح۔

''جس کو (بالعموم) مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جس کو مسلمان برا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بُرا ہے۔''

۱۔ بزار، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۰۔۲۹۲ / ۸۲۵۔۹۰۵ء) ۔ **المسند**، ۵: ۲۱۳ بیروت، لبنان، ۱۴۰۹ھ

۲۔ طیالسی، ابوداؤد سلیمان بن داؤد جارود (۱۳۳۔۲۰۴ھ) ۔ **المسند** ۔ بیروت، لبنان، دار المعرفہ۔

۳۔ طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ) **المعجم الکبیر**، موصل، عراق، مطبعۃ الزہراء الحدیثہ

۴۔ طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ) **المعجم الکبیر**، قاہرہ، مصر: مکتبہ ابن تیمیہ

۵۔ ابن رجب حنبلی، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن احمد (۷۳۶۔۷۹۵ھ)، **جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم**، بیروت، لبنان، دار المعرفہ، ۱۴۰۸ھ

٦۔بیہقی،ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ) ۔**الاعتقاد**، بیروت، لبنان، دارالآفاق الجدید،۱۴۰۱ھ

۷۔ابونعیم اصبھانی، احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران (۳۳٦۔۴۳۰ھ) ۔**حلیة الاولیاءوطبقات الاصفیاء**۔ بیروت، لبنان: دارالکتاب العربی،۱۴۰۰ھ

۲ :**من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها بعده من غير ان ينقص من اجورهم شیء ومن سن فی الاسلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اوزارهم شیء۔**

''جس شخص نے اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کی اس کو اپنے عمل کا بھی اجر ملے گا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی اجر ملے گا اوران عاملین کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کسی برے عمل کی ابتداء کی اسے اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی گناہ ہوگا اوران عاملین کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

۱۔مسلم ،الصّحیح، کتاب الزّکوٰة،باب البحث علی الصدقة

۲ .نسائی،السّنن، کتاب الزّکوٰة،باب التحریض علی الصدقة

۳ :**ڈاکٹراحمد فاروق بخاریؒ صاحب**

۴: (ا) حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے:

قدم النبی ﷺ المدينة فرأى اليهود تصوم عاشوراء فقال ما هٰذا قالوا هٰذا يوم صالح هٰذا يوم نجى الله بنی اسرائيل من عدوهم فصام موسیٰ قال فأنا احق بموسیٰ منكم فصامه وأمر بصيامه (بخاری ،الصّحيح، كتاب الصّيام،باب يوم عاشوره)

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یہود کو یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ تو یہود نے جواب دیا کہ یہ وہ مبارک دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی پس حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اس دن روز رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: پس تم سے زیادہ موسیٰ
علیہ السّلام کا حقدار میں ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اس دن روزہ رکھا اور مسلمانوں کو روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔''

(ب) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے دوسری جگہ روایت کے الفاظ میں ہیں:

هٰذا اليوم اظفر اللّٰه فيه موسىٰ وبنى اسرائيل على فرعون ونحن تصومه تعظيما له فقال رسول اللّٰه ﷺ: نحن اولى بموسىٰ منكم ثم أمر بصومه۔

(بخارى، الصّحيح، كتاب المناقب، باب اتيان اليهود النبى حين قدم المدينة)

''اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور بنی اسرائیل کو فرعون پر فتح عطا کی تو ہم اس کی تعظیم میں روزہ رکھتے ہیں۔ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: ہم تم سے زیادہ موسیٰ کے حقدار ہیں پھر آپ نے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔''

(ج) ایک روایت میں یہودیوں کا جواب اسطرح منقول ہے:

فقالوا: هٰذا يوم عظيم انجى اللّٰه فيه موسىٰ وقومه وغرق فرعون وقومه فصامه موسىٰ شكرا فنحن نصومه، فقال رسول اللّٰه ﷺ فحن احق واولى بموسىٰ منكم فصامه رسول اللّٰه ﷺ امر بصيامه۔

(مسلم،الصحیح، کتاب الصیام،صوم یوم عاشوراء)

(بخاری،الصحیح، کتاب الانبیاء ،باب قول اللہ تعالیٰ وھل أتاک حدیث موسیٰ)

(ابن ماجه،السّنن، کتاب الصّیام،باب صیام یوم عاشوراء)

''انہوں نے کہا: یہ بہت عظیم دن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں موسیٰ اور اس کی قوم کو نجات عطا کی جبکہ فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا۔ موسیٰ نے اسی دن شکرانے کے طور پر روزہ رکھا لہٰذا ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا ہم تمہاری نسبت موسیٰ کے زیادہ حقدار اور قریبی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور اس کے روزوں کا حکم دیا۔''

امام جلال الدین سیوطیؒ امام ابن حجرؒ عسقلانی کا استدلال نقل کرتے ہیں۔

وقد سئل شیخ الاسلام حافظ العصر ابو الفضل ابن حجر عن عمل المولد فاجاب بما نصه:قال: وقد ظهر لی تخریجها علی اصل ثابت،وهو ما ثبت فی الصحیحین من ''ان النّبی ﷺ قدم المدینة فوجد الیهود یصومون یوم عاشوراء، فسألهم فقالوا: هو یو م اغرق اللّٰه فیه فرعون،ونجی موسیٰ ،فنحن صومه شکرًا اللّٰه تعالیٰ فیستفاد منه فعل الشکر للّٰه تعالیٰ علی ما منَّ به فی یوم معین من اسداء نعمة،او دفع نقمة،ویعاد ذالک فی نظیر ذالک الیوم من کل سنة والشکر للّٰه تعالیٰ یحصل بانواع العبادات کاسجود والصّیام والصدقة والتلاوة وای نعمة اعظم من النعمة ببروز هٰذا النّبی ﷺ الذی هو نبی الرّحمة فی ذالک الیوم۔

(سیوطی،جلال الدین ابو الفضل عبد الرّحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ)۔حسن المقصد فی عمل المولد۔بیروت لبنان: دار الکتب

العلمیہ، ۱۴۰۵ھ)

''شیخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل ابن حجر سے میلاد شریف کے عمل کے حوالے سے پوچھا گیا آپ نے اس کا جواب کچھ یوں دیا: مجھے میلاد شریف کے بارے میں اصل تخریج کا پتہ چلا جو صحیحین سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یہود کو عاشورا کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ان سے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس پر وہ عرض کناں ہوئے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السّلام کو نجات دی، ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر بجالانے کے لئے اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ کسی معین دن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی احسان و انعام کا عطا ہونے یا کسی مصیبت کے ٹل جانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہیے اور ہر سال اس دن کی یاد تازہ کرنا بھی مناسب تر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر نماز وسجدہ، روزہ، صدقہ اور تلاوت قرآن و دیگر عبادات کے ذریعہ بجا لایا جاسکتا ہے اور حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ولادت سے بڑھکر اللہ کی نعمتوں میں سے کون سی نعمت ہے؟ اس لئے اس دن ضرور سجدہ
بجالانا چاہیے۔''

۵: عبدالحق محدّث دہلوی، شیخ (۹۵۸-۱۰۵۲ھ) **''مومن کے ماہ وسال'' ترجمہ ''ما ثَبَتَ بالسُّنة فی ایَّام السَّنَة''** اعتقاد پبلشنگ ھاوس پرائیویٹ لمٹیڈ ۳۰۹۵/ سرسید احمد روڈ دریا گنج، نئ دہلی۔

☆☆☆

حضورا واقف اسرارِ حق

شَاھِدِ اَسُرَارِ الْاَ زَلِ

آپ قدیمی رازوں اور حقائقِ اشیار کے واقِف ہیں۔

آنخضرت ﷺ چھِ قدیمی رازَن تہِ حقیقتن ہندی وآقِف۔

التحقیق:

شَاھِد: اس کا مصدر شہادۃ ہے۔جس کے یہ معنے ہیں:۔

یقینی خبر، گواہی، قسم، اللہ کے راستہ میں قتل ہونا۔عَالَمِ ظاہر جو عالَم غیب کے مقابل ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا عَالِمُ الغَیُبِ وَ الشَّھَادَۃِ۔

اَشَّاھِدُ: اسم فاعل زبان اور اسی سے مَالہُ رُوَاءُ ولا شَاھِدُ یعنی اس کے لئے نہ تو حسن منظر ہیں ہے نہ زبان قوم سارہ صَلوٰۃُ الشَّاھِدِ مغرب کی نماز وہ عبادت جو کسی قاعدہَ نحو وغیرہ کے ثابت کرنے کے لئے نقل کی جائے۔

اَسُرَار: اس کی تحقیق پہلے بیان ہوچکی ہے۔مگر ایک فائدہ کی غرض سے ہم پھر اس کے لغوی معانی پیش خدمت ہیں:۔

اَلسِّرّ: اس کی جمع اَسُرار ہے، بھید، راز کہا جاتا ہے صُدُورُ الْاَحرَارِ قبُورُ الْاَسُرَارِ احرار کے سینے بھیدوں کے لئے قبر ہیں۔ رَجُلٌ سِرِّیٌّ کاموں کو پوشیدہ طور پر کرنے والا مَرد۔ فَلَانٌ سِرُّ ھٰذا الاَمِرِ فلان اس کا جاننے والا ہے۔اَلسِّرّ، طریقہ، وَسط: وادی کا

درمیان خالص چیز عُمدہ وافضل چیز پاک وعُمدہ زمین قمری مہینہ کی پہلی رات یا آخری رات یا درمیان مہینہ۔ اصل چیز کا جوف ومعز اس کی جمع اَسِرَّ ہ ہے۔ جیسے قِن کی جمع اَقِنَّۃ (من مِصَاح اللغات وغیرہ)

اَلاَ زَل: اَزَلَ اَزلاً وَ تَئازَّلَ۔ تنگی وسختی میں پڑنا۔

اَلاَ ذَل: ہمیشگی وہ زمانہ جس کی اِبتداء نہ ہو۔ اَلازَلی قدیمی، وہ ذات جس کے وجود کی اِبتدا نہ ہو یعنے حضرت اللہ جلّ جلالہ،

التشریح: آں حضور ﷺ اپنے آغازِ آفرینش اور اپنے وجودِ نازنین کے وقت ہی سے حقائقِ اشیا، مقاماتِ عالیہ، روحانیت کے بلند ترین مراتب، رضاءِ ربّانی اور قربِ الٰہی حاصل کرنے کے اَسرار سے واقف اور باخبر ہیں۔ یا آنحضور ﷺ اِمکان اور اَشیائے تِکونیہ کے نیک وبد، زِشت وخوب اور حُسن وقُبح سے خوب واقف اور مُطلّع ہیں اس لئے آپ ان شیزوں کے کرنے اور برتنے کا حکم دیتے ہیں جو فطرت سلیمہ اور مصلحت ربّانی کے عینِ موافق وتابِع ہوتے ہیں اور اُن چیزوں کے کرنے سے مانع ہوتے اور ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہیں جو فطرت اللہ اور قانون قدرت کے برخلاف ہیں۔ یا آں حضور ﷺ اُن اَسرار ومقامات قُرب واِصطفا سے بہرہ ور ہیں جو دوسرے اُولوالعزم پر مخفی اور مستور ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فرمایا وَعَلَّمَک مَالَمْ تکُنْ تعْلَمْ (اور اللہ نے آپ ﷺ کو وہ چیزیں سکھائیں جو آپ نہ جانتے تھے) گو یہ آیت صراحت کے ساتھ آپ ﷺ کی خصوصّیت پر دلالت نہیں کرتی اور نہ اس سے بادالنظر میں تخصیص سمجھ میں آتی ہے۔ مگر یہ مقام امتنان ومدّح میں واقع

ہے۔اسلئے یہ آیت ضمناً تخصیص پر دلالت کرتی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مصنف نورالانوار نے وَالصَّلوٰتُه عَلیٰ مِن اختصَّ بِالخُلقِ العَظیم کی بحث شرح میں فرمایا (وَھُوَ وَ اِنْ لَمْ یَدلُّ عَلیٰ اِلاختِصَاصِ لٰکِنْ لَمَّا کَانَّ فِیْ مَحَلِّ المَدْحِ اُختصَّ بِه) اور محشی علامہ حضرت مولٰنا عبدالحلیم رحمتہ اللہ نے اس عبارت کی مزید تشریح کرتے ہوئے حاشیہ ۲۲ میں فرمایا: جَوابُ عَمَّایُقالُ مِنْ اَنَّه' قَوْلَه' تَعالیٰ '' وَ اِنّک لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْم یَدُلُّ عَلیٰ اِتصَافِھی ﷺ بالخُلقِ العَظیم وَ لَا یَدُلُّ عَلیٰ اِخْتِصامه صلی الله علیه وَسَلّمه بِهٖ فَکَیُفَ یَکُونُ ما قَالَ المصنف تلمیحاً اِلیه اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے درود وسلام اس پیغمبر کریم پر نازل ہو جو خلق عظیم کے ساتھ خاص کیئے گئے''۔اِس پر یہ اِشکال ہوتا تھا کہ قرآن کریم نے صرف اِتنا فرمایا کہ آنحضور ﷺ خلق عظیم کے ساتھ موصوف ہیں نہ یہ کہ آپ ﷺ خلق عظیم کے ساتھ مخصوص ہیں۔دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔خلاصہ بحث یہ ہے کہ ظاہری بور پر قرآنی آیات سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ آنحضور ﷺ اخلاق عالیہ آپ ﷺ ہی میں پائے جاتے ہیں۔یعنی قرآن میں آپ کا اخلاق عالیہ سے مخصوص ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔اِس کا جواب یہ ہے کہ آیت زیر بحث مقام مدّح میں واقع ہے۔اور علم معانی کے قواعِد کے مُطابق مُقام مدّح کی چیز خصوصیّت پر دلالت کرتی ہے۔جیسا کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ آیت وَعَلَّمَک مَالَمْ تکُنْ تَعْلَمُ مقامِ مدّح میں واقع ہے۔اِس لئے تخصیص پر دلالت کرتی ہے۔لہٰذا اب شَاھِدِ اَسْرَارِ الْاَزَل سے وہ اسرر و مقامات اور قُرب اِصطفا کے وہ اعلیٰ درجات مراد لینا جو دوسرے انبیاء میں نہیں پائے

جاتے تھے، عین حقیقت ہے۔ یعنی یا رسول اللہ ﷺ آپ ہی کو اللہ تعالیٰ نے تمام اسرار سے مخصوص فرمایا، پس یہ مطلب مراد لینا غیر موزوں نہیں ہوگا بلکہ عُلِمْتُ عِلْمَ الاَوَّلِیْنَ وَالاٰخِرِیْنَ سے بھی اِس کی تائید ہوتی ہے۔ یہ ایسا ہی سمجھ لیجئے جیسا کہ حضرت مولٰنا عبد الرّحمان جامؔی قِدسَ سِرہٗ آپ کی منقبت میں فرماتے ہیں:۔

؎

توصاحب کانِ کُنت کنزاً   اَعیانِ رُسل قُراضنہ چینت

اَسرار وجود را کماہی   دیدہ نظرے خدائے بینست

اَللّٰھُمَّ ذِدْنِی حُبَّ نَبِیِّک مُحّمدٍ صلی اللّٰہ علیہ وَسلمہ

(شفاء البشر صفحہ نمبر ۱۹۹ تا ۲۰۲)

☆☆☆

مثلیت و بشریت

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۔

اس مقام پر شبہ ہوسکتا ہے (کہ) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی آخر الزمان ﷺ عام انسانوں اور عام بشروں کے مانند اور مشابہ ہیں ۔حالانکہ حدیث صوم وصال وغیرہ سے اس کی نفی ثابت ہوتی ہے، یعنی جب آپ ﷺ نے صحابہ ؓ کو صومِ وصال سے منع فرمایا تو ان میں سے بعض حضرات نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیں صومِ وصال سے تو منع فرماتے ہیں مگر خود آپ ﷺ صوم وصال رکھتے ہیں ۔آپ ﷺ نے اس سوال کا ان الفاظِ شریفہ میں جواب عنایت فرمایا: ''ایکم مثلی یُطعمنی ربی ویسقینی '' کہ تم میں سے مجھ جیسا کون ہے کہ مجھے اپنا پروردگار کھلاتا اور پلاتا ہے خواہ وہ رزق صُوری اور مادی ہو یا وہ رزق معنوی اور روحانی ہو مگر انی مثلیت کی صاف طور پر نفی فرمائی ہے'' میرے نزدیک اس سوال کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس مثلیت کا اثبات کیا گیا ہے وہ خواص جنسی اور لوازم بشری کے اعتبار سے ہے کہ ایک انسان کے فطری طور پر جو خواص اور لوازم ہے جیسا کھانا، پینا اور اندرونی فضلات خارج کرنا وغیرہ وغیرہ ۔ایسی چیزں کے لحاظ سے حضرت سید المرسلین ﷺ کی مثلیت ومشابہت دوسرے انسانوں کے ساتھ ہیچو قسم کی آیات میں ثابت کی گئی ہے اور حدیث مذکوہ میں جس مثلیت ومشابہت کی نفی وانکار کیا گیا ہے ۔اس مثل (سے) معنویت اور کمالات نبوت اور خصوصیات رسالت ﷺ مراد ہے یہی

ہمارا ایمان ہے کہ آپ ﷺ اپنی معنویت، گونا گوں خصوصیت قسم قسم کی رفعت و اُبہّت اور بے شمار محیر العقل معجزات و ختمیت رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام ہونے کی بناء پر آپ کا کوئی مثیل، نظیر اور مشابہ نہیں ہے (ﷺ)۔

ان ہی صفات اور کمالات مختصہ اور کمالات عالیہ کی بناء پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے میرے برابر کون ہے، کہ مجھے اپنا پروردگار کھلاتا اور پلاتا ہے"۔ آپ ﷺ کی عظمت ملحوظ رکھکر صاحبِ قصیدہ بردہ نے کیا خوب فرمایا::

دع ما ادعته النصاریٰ فی نبیهم

وحکم بما شئت مدحًا فیه واحتکمٖ

غالبًا اسی مفہوم اور تاویل کی طرف ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اشارہ فرمایا چنانچہ آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ای تواضعًا لئلّا یرضیٰ علیٰ خلقهٖ فامره' ان یقرّ فیقول انا آدمی مثلکم الّا انی خصصت بالوحی اکرمنی الله بهٖ"

یعنی آپ ﷺ کو اپنی بشریت کے اقرار کرنے کا حکم تواضع اور نرمی کے طور پر دیا گیا اور جس طرح عام بادشاہ چند روز سلطنت کی وجہ سے اِتراتے اور تکبّر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عام بادشاہوں کے اِس کبر و غرور کے برخلاف اپنے نبی ﷺ کو نرمی، حلم اور خُلقِ تعظیم کی تعلیم دے کر فرمایا: کہ آپ یہی اعلان کیجئے کہ میں خواصِ بشریت اور لوازم انسانیت میں تمہارا ہی جیسا آدمی ہوں، جن نہیں ہوں اور فرشتہ نہیں۔ بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی وحی

،رسالت اور نبوت کا وہ شرف و کمال عطا کیا جو بحیثیت مجموعی مجھ سے پہلے کسی نبی کو نصیب نہیں ہوا اور نہ آئندہ کسی کو شرفِ معنوی عطا ہو گا۔

سبحان اللہ! کیا کہنے آپ ﷺ ک مرتبہ عالیہ کے۔انسان ہوئے ہوئے بھی انسانوں کے سردار اور ان کے بادشاہ ہیں ۔۔۔۔ہمارے نبی کریم ﷺ اس (سے) بھی بڑھ کر ہیں جیسا کہ کہا گیا:

خط سبز ولبِ لعل و رُخ زیبا داری
حُسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
شیوۂ شکل و شمائل حرکات و سکنات
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(الاعتقاد جولائی اگست ۱۹۸۸ء)

☆☆☆

انبیاء کرام علیھم سلام معصوم عنِ الخطا ھیں

مؤلف کتاب (علامہ بخاریؒ) کی مخلصانہ گذارش

عرصہ دراز کی بات ہے کہ جب نیاز مند نے تذکرہ ابراھیم علیہ سلام کو تالیف کیا تھا اور قدر دان حضرات نے اس کو تلقی بالقبول کر کے مؤلف کتاب کو شکریہ ادا کرنے کا موقعہ دیا۔اس کے بعد ۱۹۸۱ء میں عزیزی خورشید احمد قریشی سابقہ رفیق انجمن نے اسے دوبارہ شائع کرنے کی تجویز کی' کیونکہ پہلے اڈیشن کے تمام نسخے چند ماہ کے اندر بعید اختام پزیر ہوئے تھے۔

مؤلف کتاب نے موصوف کی تجویز قبول کی۔البتہ حضرت اسمٰعیل وحضرت اسحٰق علیہما السلام کے پورے حالات طیّبات اصلی کتاب میں اضافہ کئے۔ یہ اڈیشن بھی چند ماہ کے اندر اندر ختم ہو گیا۔ فالحمد لِلّٰہ ربِّ العٰلمین۔"

حال ہی میں ایام عید اضحٰی کے موقع پر کچھ دوستوں نے کتاب کے بارے میں دو باتوں کی شکایت کی پہلی بات تو یہ ہے کہ کتاب مذکورہ میں قربانی کے مسائل پورے طور درج نہیں کئے گئے تھے۔

دوسری شکایت انہوں نے یہ کی کہ تذکرہ ابراہیم میں سورہ انعام کی آیت " قَال ھٰذَا رَبّی ھذا اکبر" پر کوئی بحث نہیں کی گئی ہے۔جس کی وقتی طور پر زیادہ ضرورت تھی۔

مؤلف کتاب نے دونوں شکایتوں پر اچھی طرح غور وفکر کیا تو معلوم ہوا کہ شکایت کرنیوالے حضرات کی شکایت بجا ہے بیجا نہیں اس لئے راقم نے ان کی شکایت کا اس طرح

ازالہ کیا کہ بحثِ مسائل میں بہت سے علمی مسائل متعلّقہ کا اضافہ کیا۔اوردوسری شکایت کے ازالہ کیلئے شروع کتاب میں ایک مقدمہ بڑھایا،جس کاعنوان " عِصمتہ الا نبیاء " ہے۔اس مقدمہ سے نہ صرف " ھٰذا رَبّی ھٰذا اکبر " پر مفسرانہ بحث ہوگی، بلکہ سارے ابنیاء ومرسلین کامعصوم اور ہمہ قسم کے گناہوں سے پاک ہوناواضح ہوگا۔میری دُعا ہے کہ حق تعالیٰ اس ایڈیشن کوسابقہ ایڈیشنوں کیطرح قبول فرمائے۔آمین!

اَلمُقدّمتہُ فیِ عِصمته الا نبیاء علیھم سلام. ملا حظه ھو:

کتَابُ الآ ثار ،مصنّفہ امام محمدالحسن الشیانیؒ کے ترجمہ میں مولٰنا ابوالفتح عزیزی تحریرفرماتے ہیں کہ: پیغمبروں کے بارے میں یوں اعتقادہونا چاہیئے کہ وہ سب خلق سے افضل ہیں اور پاک ہیں خدانے ان کواپنی کمال رحمت سے آدمیوں کیطرف بیھجا ہے کہ نیک راہ بتلائیں، دین ودُنیا سنواریں اوران کوقسم قسم کے معجزات دئے کہ ان کی راستی میں کوئی عاقل آدمی شک نہ لائے وہ سب گناہوں سے پاک ہیں۔صغیرگناہوں یاکبیرنبوت سے پہلے بھی اور پیچھے بھی اوریہی مذہب ٹھیک اورحق ہے۔(انتھیٰ بلفظہ ص ١٧)

عبارت مذکورہ سے عیاں ہے کہ انبیاءِ کرامؑ اور مرسلین عظامؑ شروع زندگی سے آخری زندگی تک چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم اور پاک ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اُن پر ایک خاص عنایت ومہربانی ہے۔اب آپ خازنؒ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:۔

’’لِاَ نَّ الاَ نبیَاءَ مَعصُومُونَ فِیُ کُلِ حَالٍ مِنَ اَلا حُوَلِ وَاَنّہ، لَا یَجُوزُ اَنُ

یـکُوْنَ لِلّٰہِ عذّو جلّ رَسُوْلٌ یَاتِیْ عَلَیْہِ وَقْتٌ مِن الاَوْقَاتِ اِلاَّ وَھُوَ بِاللّٰہِ عَارِفٌ وَ لَہُ مُوَحِّدٌ وَلَہُ مِنْ کُلِّ مَنقصَۃٍ مُنَزِّہٌ وَمِنْ کُلِّ مَعْبُوْدٍ سِوَاہ بَرِیئٌ.“

کہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام تمام حالات میں گناہوں سے معصوم اور پاک ہوتے ہیں۔اور یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی پیغمبر ہو اور پھر اس پر کوئی ایسا وقت گزرے جس میں اس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نہ ہو۔اور نہ ہی یہ بات جائز ہے کہ اس کو توحید پرستی میں کوئی خلل اور کمزوری آجائے بلکہ وہ ہر وقت حضرت حق کو ہر قسم کے عیب ونقصان سے پاک جانتا اور اس کے ماسوا کسی اور کی عبادت بندگی سے بری و بیزار ہوتا ہے۔

خلاصۂ عبارت یہ ہے کہ پیغمبر ہمہ وقت معرفتِ الٰہی سے سرشار ہوتا ہے اور توحید سے اس کا سینہ برابر معمور رہتا ہے وہ ہمیشہ خدا تعالیٰ کو ہر نقص وعیب سے پاک جانتا ہے اور شرک جلی وخفی سے بیزار اور دور رہتا ہے۔ یہ پیغمبروں پر اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے۔اور واضح رہے کہ یہ صفت تمام انبیاؑ ومرسلینؑ کی ہے، نبوت سے پہلے بھی اور بعد بھی۔اور یہ بھی یاد رہے کہ پیغمبرں میں سب سے اونچا درجہ ہمارے نبی مکرم ﷺ کا ہے اور آپؐ کے بعد سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔اسے طرح شرحِ عقاید نسفی میں لکھا ہے ”اَنَّ الاَنْبِیـَا ءَ مَعْصُومُوْنَ عَنِ الکِذْبِ خصُوْصاً فِیْمَا یَتعَلَّقُ بِاَمْرِ الشَّرَائِعِ وَ تَبْلِیْغِ الاَحْکَام وَ اِرْشَادِ اُلاُمَّہِ اما عَمَدًا فَبِالِاجْمَاعِ وَاَمَّاسَھْوًا فَعِنْدَالاَکْثَرِیْن وَفِیْ عِصْمَتِھِمْ عَنْ سَائِرِ الذُّنُوْبِ تَفْصِیْلٌ وَھُوَ اَنَّھُمْ مَعْصُوْمُوْنَ عَنِ الکُفْرِ قَبلَالْوَحِیْ وَبَعْدَہُ بالاجماعِ وَکَذاعَنْ تَعُّمدِ الکَبَائِرِ عندَ الجمھور اِلٰی اٰخر البحث“.

ترجمہ: کہ انبیاءؑ و مرسلینؑ جھوٹ بولنے سے معصوم و پاک ہیں، خاصکر شریعت، تبلیغ احکام اور اُمت کی رہنمائی میں تو یہ حضرات جھوٹ بولنے سے بہت ہی پاک ہیں۔ قصداً تو بالا تفاق اور خلاف اولیٰ صورت اختیار کرنے میں علماء کا اختلاف ہے کہ بعض کے نزدیک جائز اور بعض علماء اسے نا جائز بتاتے ہیں۔ اسی طرح باتفاق علماء حق انبیاء و مرسلین وحی کے نازل ہونے سے پہلے بھی اور وحی نازل ہونے کے بعد بھی کفر و شرک سے محفوظ و معصوم ہوتے ہیں اور جمہور علماء اسلام کے نزدیک انبیاء گناہِ کبیرہ اور ایسے ہی صغیرہ گناہوں سے بھی ہمیشہ پاک اور معصوم ہوتے ہیں جو مُوجب خِست اور پاک طبایع کے برخلاف ہو۔''

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جمہور علماء کا اعتقاد ہے کہ انبیاء و مرسلین کفر و شرک اور گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں نبوت سے پہلے بھی اور نبوت کے بعد بھی۔ البتہ خلاف اَولیٰ اکبر بلحاظِ ان کے مقدّس منصب کے اُن سے صادر ہوسکتا ہے، پھر بھی ایسے معملات میں اللہ تعالیٰ ان کی رہبری فرماتے ہیں۔ (ھٰذا ھو الحق)

(ف) یاد رکھئے کہ جہاں ہم نے اُوپر انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے خلافِ اولیٰ امر کا صادر ہونا ممکن بتایا ہے اس سے ہمارا مطلب صرف اتنا ہے کہ کبھی پیغمبروں کے سامنے ایسے واقعات و حالات پیش آتے ہیں جہاں دو چیزیں فی نفسہ جائز اور درست ہوتی ہیں پیغمبر اُن دو امروں میں سے حُسنِ نیت و اخلاص کامل کے ساتھ ایسا امر اختیار کرتا ہے۔ جس میں بہتری دیکھتا ہے۔ مگر علم اللہ میں دوسرا امر اختیار کرنا محبوب اور زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے وقت پیغمبروں کو آگاہ کرتا ہے کہ ہمیں وہ امر زیادہ پسندیدہ تھا جو پیغمبر نے چھوڑ دیا

ہے۔جیسا کہ آنحضور ﷺ قریش کو تبلیغ فرماتے تھے،اسی دوران حضرت عبداللہ بن امِ مکتومؓ آئے ،تو آنحضورؐ نے اُن سے محض اِس لئے بیرخی فرمائی ہے کہ یہ اپنے ہیں۔لہذا قریش ہی کی طرف اس وقت متوجہ ہونا پسند خاطر عاطر فرمایا۔اُسکے برخلاف اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب تھا، کہ عبداللہ ابنؓ ام مکتوم کی قدردانی کرنی چاہئے تھی تو فوراً آپ کو پُر لطف خطاب سے آگاہ کیا ً عَبَس وَتَولّٰیٓ اَنْ جَآئَہُ الاَ عمیٰ .. الخ اسی طرح ً عَفی اللّٰہُ عَنہُ لِمَ اَذِنتَ لھم " کی تفسیر پر غور کیجئے چونکہ پیغمبروں کا مقام بہت اُونچا ہے،اُنکے اسی خلاف اولیٰ امر کو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ذنب سے بھی تعبیر کرتا ہے۔لہذا اُن سے خلافِ اولیٰ امر کا بمعنی مذکور صادر ہونا اُنکی عصمت کے خلاف نہیں ہے۔مزید مطالعہ کے لئے خلاصہ التفاسیر مطبوعہ مکہ مکرمہ ملاحظہ کیجئے لہذا اب کوئی اشکال باقی نہیں رہا۔

اِس تمہید کے بعد سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جو یہ قول "ھٰذا رَبیّ ھٰذا اکبر" نقل فرمایا ہے کہ یہ میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے۔تو واضح رہے کہ آپ نے یہ اعتقاد کے طور پر نہیں فرمایا، بلکہ آپؐ نے بطور بحث ومناظرہ فرمایا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابَراہیمؑ کی قوم جسطرح بُت پرست تھی اِسی طرح وہ سیّارہ پرست بھی تھی۔ پس حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام چھوٹے بڑے ستاروں اور سیاروں کی حرکات وتغیُّرات اور ان کے احوال کے ادلنے بدلنے سے ان کا حادث ومحتاج اور متغیر بالاحوال ہونا ثابت کر کے اپنی قوم کو اس بات پر متنبہ فرماتے ہیں کہ حادِث ومحتاج کسی بھی صورت میں معبود حقیقی اور خالقِ نہیں ہوسکتا جس پر "وَمَا اَ نَامِنَ المشرکین" کہ میں

شرک کرنیوالوں میں سے قطعاً نہیں ہوں۔ شاہد عدل اور برہان قاطع ہے کیونکہ یہ جملہ اسمیہ ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے۔ اور علم مناظرہ کے قواعد میں سے یہ بھی ایک قاعدہ ہے کہ مناظرہ کرنیوالا اپنے مدمقابل کے مسلم مقدّمات کو کام میں لاکر بذریعہ عقل و برہان، مدِ مقابل کے دعویٰ کو توڑ کر اُسکو پڑے ہوئے مغالطہ سے باہر نکالے، جیسا کہ علم مناظرہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

(بحوالہ فضائیل واحکام عیدالاضحٰی صفحہ نمبر ۴ تا ۹)

☆☆☆

مَسئلہء حیات النّبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل تحقیق

ہم اس موقع ومحل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحاب وسلم پر مُحد ثانہ طریقہ سے بحث کرنا چاہتے ہیں تا کہ اہل اسلام حقیقتِ حال سے باخبر ہوکر افراط وتفریط سے نجات پائیں۔

چنانچہ صحیح البخاری جلد دوم کتاب التعبیر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ رَاٰنِیْ فِیْ الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَایَتَخَیّلُ بِیْ وَرُؤْیَاالْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَاَرْبَعِیْنَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَةِ..

ترجمہ: ''حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے بغیر کسی شک وشبہ مُجھ کو ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت مبارک کی نقل اُتارنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور آپ نے فرمایا کہ مومن کا خواب نبوت کے ۴۶، اجزاء میں سے ایک جُز ہے''۔

اس حدیث مبارک میں لَایَتَخَیّلُ کا لفظ آیا ہے تَخَیَلَ لَہٗ اَمَّہُ کَذَا کے یہ معنیٰ ہے ''توہمُّ ہونا کہ وہ ایسا ہے'' چناچہ آپ لغت کی کتابوں میں اچھی طرح یہ معنیٰ پائیں گے۔ پس خلاصہ حدیث یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے مُجھ ہی کو دیکھا یعنی اس میں ابلیس لعین کے اثر ونفوذ کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ (ایسے خواب کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ شیطان تھا (معاذ اللہ) بلکہ خواب دیکھنے والے نے واقعی حبیب خدا اشرف المخلوقات حضرت محمد عربی فداہ ابی وامی ﷺ کو دیکھا۔ ہاں یہ

ضرور ہے کہ خواب دیکھنے والے کی ہمت اور دینی استعداد کا بھی اعتبار ہوگا۔

اسی صحیح بُخاری میں حضرت ابو ہُریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تَسَمَّوْ اباِسْمِیْ ولا تکتنوا بِکُنِیَّتِیْ وَ مَنْ رَانِیِ فِیْ الْمَنَامِ فَقَدْ رَانِیْ فَاِنَّالشَّیطِنَ لا یَتَمَثَّلُ فِی صُوْرَتِیْ وَ مَنْ کَذَّبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیُتَبَوَّ أمَقْعَدُہُ مِنَ النَّارِ. (صحیح بخاری جلد اول ، کتاب العلم.)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نام پر نام رکھو (مثلاً محمد، احمد) اور میری کنیت ابوالقاسم نہ رکھو اور یہ سمجھو جس نے مُجھے خواب میں دیکھا بے شک اس نے مُجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔

(نوٹ: چونکہ حضرت علامہ بخاریؒ نے اس میں حدیث مبارک کے ایک جُز کا ترجمہ نہیں کیا ہے"وَ مَنْ کَذَّبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیُتَبَوَّ أمَقْعَدُہُ مِنالنَّارِ"جس کا کا ترجمہ یوں ہے:" اور جس نے جان بُوجھ کر میری طرف جُھوٹ منسوب کیا وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ ڈھوڈے")۔

اس روایت میں بجائے لَایَتَخَیَّلُ ،لا یَتَمَثَّل فرمایا۔دریافت طلب یہ ہے کہ لا یَتَمَثَّل کا معنیٰ کیا ہے؟ تَمَثَّلَ الشَّیُ :مِثال کا تصور کرنا۔بیان کرنا،تَمَثَّلَ بِہٖ :مُشابہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔

تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ شیطان کو یہ دستگاہ نہیں کہ کسی کو خواب میں میرے مشابہ بن کر آئے۔کسی کے مشابہ بننے کا امکان اس وقت ہوتا ہے جبکہ اصل شئے موجود اور

باقی ہوتو صاف اور واضح طور پر ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوہر اور ذات ستودہ صفات کے ساتھ موجود ہیں اور فنا وعدم آپکے جسم اطہر پر طاری اور عارض نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے حُلیہ اور شکلِ مُبارک میں ابلیس لعین کو آنے کی طاقت نہیں دی تا کہ تلبیسُ الحق بالباطل نہ کرسکے۔ اس وقت جن دو حدیثوں سے میں حیاتُ النبی صلے اللہ علیہ وسلم پر استدلال کرتا ہوں یہ دونوں حدیثیں صحیح بُخاری کی ہیں اور یہی اعتقاد تمام سلف وصالحین اور معتمد عُلماءِ عالمین کا ہے چنانچہ حدیث ا ـہ کے حاشیہ پر حضرت مُحدث زمان مولینا احمد علی صاحب سہارنپوری بحوالہ نووی درج ذیل تشرح فرماتے ہیں جو ہم من وعَن ایک ایک لفظہ قارئین کرام کرتے ہیں اور ہم اُنہیں درحقیقت یہ بتانا چاہتے ہیں کہ متقدمین علماءِ سہارنپور و دیوبند کا کیا اِعتقاد واحترام بذات اقدس حضرت رسول کریم صلیؐ اللہ علیہ وسلّم تھا اور اب کیا ہوگیا یعنے ہم بدلے یا عام ذہنوں میں تدریجی طور خلل پیدا ہونے لگا۔ حاشیہ کی اصل عبارت کا ہو بہو ملاحظہ فرمائیں۔

(نوٹ: خادم یہاں پر صرف ترجمہ عبارت پیش کررہا ہوں اس عُزر کے ساتھ کہ شفاء البشر کے صفحہ نمبر ۱۶۴ تا ۱۶۵ پر موجود عربی متن کاتب نے ہاتھ سے لکھا ہے جس کو یہاں درج کرنے میں غلطی بھی پیش آسکتی ہے لہٰذا عربی متن کو پڑھنے کے شوقین شفاء البشر کا مطالعہ کریں)۔

عبارت مذکورہ کا حاصل ترجمہ:۔

آں حضور صلیؐ اللہ علیہ وسلّم کی حدیث ''مَنْ رَانِیِ فَقَدْ رَانِی الخ کے متعلق علماءِ

اسلام کے متعدد اقوال اور مختلف خیالات ہیں چنانچہ علاّمہ ابن باقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حدیث مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ "جس نے آنحضور صلیّ اللہ علیہ وسلّم کو خواب میں دیکھا اُس کا خواب دُرست اور صحیح ہے" معاذ اللہ اس خواب کو خوابِ پریشان یا ابلیس لعین کی تشبیہات وتوہمات نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس روایت کی تائید دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جو خود صحیح بُخاری میں موجود ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے دیکھا اس نے حق یعنی دُرست خواب دیکھا۔ علاّمہ ابن باقلانی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کبھی آپکو خواب میں دیکھنے والا آپکی صفت معروفہ مشہورہ ومنقول پر نہیں دیکھتا جیسا کہ کوئی آپ کا ریشِ مبارک خواب میں سفید دیکھے اور کبھی بیک وقت دو آدمی آپکو خواب میں دیکھتے ہیں جن میں سے ایک مشرق کا اور دوسرا مغرب کا رہنے والا ہوتا ہے اور دونوں اپنی اپنی جگہ خواب میں آپکی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں پھر بھی خواب کی سچائی اور حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔ اور علامہ مآزری نے یہ قول ابن البا قلانی سے نقل کیا ہے۔ پھر مازری فرماتے ہیں کہ دوسرے عُلماء فرماتے ہیں کہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر درست ہے مذکورہ باتیں خواب کی سچائی پر مانع نہیں ہوسکتیں کیونکہ حدیث مَنۡ رٰانی الخ سے یہ مطلب ہے کہ جس نے آپکو خواب میں دیکھا اس نے حقیقت میں آپ کو پایا ہے کیونکہ اسکی صداقت تسلیم کرنے سے کوئی امر مانع نہیں ہے اور نہ عقل کی رو سے خواب کا مُحال اور ناممکن ہونا لازم آتا ہے کہ حدیث کو اپنے ظاہر معنے سے پھیر کر اسمیں تاویل کرتے۔ (اِذ لَیسَ فلیسَ) رہا یہ سوال کہ کوئی شخص آپکو آپکے معروف ومنقول حلیہ مبارکہ کے برخلاف دیکھتا ہے یا دو ملکوں کے لوگ آپ

کو بیک وقت دیکھتے ہیں تو خواب بہر حال پھر بھی سچا ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ دیکھنے والے کو آپکی بعض مبارک صفتیں دیکھنے میں غلطی ہوتی ہے اور اسکی قوت خیالیہ آپکو دیکھنے میں غلطی کرتی ہے اور کبھی گمان کرنے والا اپنے خیالات کو مَرئی اور دیکھے ہوئے تصور کرتا ہے کیونکہ قوت متخیلہ عام طور پر امورِ عادیہ سے مربوط ہوتی ہے۔ پس ایسی صورت میں بھی خواب کو غلط نہیں کہا جا سکتا ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ خواب دیکھنے والے نے آپ کی ذات مبارکہ ضرور دیکھی ہے اور آپ کی صفاتِ شریفہ اس صورت مین متخیلا اور غیر مرئی ہیں کیونکہ ادراک وعلم کے لئے آنکھوں کا پورے طور پر پھاڑ کر دیکھنا یا مسافت کا نزدیک ہونا یا دیکھی ہوئی چیز کا زمین میں غیر مدفون ہونا یا زمین کی سطح پر زندہ ہونا شرط اور ضروری نہیں ہے ہاں جس کو دیکھے اُس کا موجود ہونا شرط ہے اور حضرت نبی اکرم صلیؐ اللہ علیہ وسلّم کے جسم اطہر کے فنا اور معدوم ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور احادیث سے اس کے برخلاف ثابت ہے یعنی احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت نبی نازنین صلیؐ اللہ علیہ وسلّم قبر مبارک میں بروح وجسد زندہ ہیں صلیؐ اللہ علیہ وسلّم۔ ہاں اگر کوئی شخص آپ کو خواب میں دیکھے کہ آپ اسے ایسے شخص کے قتل کا حکم فرماتے ہیں جو قتل کا سزاوار اور حقدار نہیں تو اس وقت اس کے خواب کو صفاتِ متخیلہ میں سے قرار دیا جائے گا نہ صفات مرئیہ میں سے یعنی خیالی قوت سے محسوس کرتا ہے کہ آنحضور صلیؐ اللہ علی وسلّم نے اسے غیر مستحق شخص کے قتل کا حکم فرماتے ہیں یعنی خواب اور قوت خیالیہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ (علامہ مازری کا کلام ختم ہوا)

قاضی عیاض مالکی نے مذکورہ سوال کو اسی طرح حل کرنے کی کوشش کی کہ فرمایا کہ یہ

جو آپ نے فرمایا جس نے مجھے دیکھا تو اس نے مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت مبارکہ بنا کر کسی کے سامنے نہیں آسکتا فرماتے ہیں یہ حکم اس وقت ہے جب دیکھنے والا آں حضور صلیّ اللہ علیہ وسلّم کو صفات منقولہ و معروفہ میں دیکھے اور اگر آپکو اُن صِفات مبارکہ میں نہیں دیکھا جو دُنیا میں آپ میں پائے جاتے تھے تو اس خواب کو رویا تاویلی کہیں گے رویا حقیقیہ نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت محدث سہارنپوری فرماتے ہیں قاضی عیاض مالکیؒ کا جواب کمزور ہے کہ یہ حقیقی خواب نہیں ہے بلکہ دُرست یہ ہے کہ جس نے آپ کو خواب میں دیکھا اس نے آپ ہی کو دیکھا خواہ آپ کو اپنی صفات معروفہ و مشہوہ پر دیکھے یا غیر صفات معروفہ میں دیکھے کیونکہ مازری نے جو قوت متخیلہ اور صورت مرئیہ میں فرق کیا ہے وہ کافی ہے حضرت محدث سہارنپوری فرماتے ہیں۔ کُچھ علماءِ اسلام نے فرمایا کہ لوگوں کا اپنے پیغمبر کریم ﷺ کو خواب میں دیکھنا رویا صادقہ ہے اس میں ابلیسیت کا واہمہ تک نہ ہونا چاہئے کیونکہ آنحضور ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے اور آپکے دیکھنے کے متعلق تمام خواب صحیح اور دُرست ہیں اور اللہ نے شیطان کو اس بات پر دسترس نہیں دی کہ وہ آپکی خلقت اور حُلیہ نازنین کی نقل اُتار سکے تا کہ وہ نقل اُتارتے وقت آپ کی زبان مبارک کی طرف کسی بات کا انتساب نہ کر سکے جیسا کہ آپ کی بیداری میں آپ کی نقل اُتارنے پر ابلیس راندہ ہوا اسی طرح آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہے کہ آپ کے وصال کے بعد وہ نیند میں آپکی صورت مبارکہ کی نقل نہیں اُتار سکتا ورنہ حق و باطل کی آمیختگی کا احتمال رہتا تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے آں حضور صلیّ اللہ علیہ وسلّم کی حفاظت فرمائی کہ شیطان کی کشش اس کے وسوسہ اُس کے

ہاتھ ڈالنے اور اس کے مکرو تدبیر سے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی بھی حمایت و حفاظت فرمائی کہ ابلیس خواب میں آپ کی صورتِ اقدسہ میں آنے کی قدرت نہیں رکھتا پس حدیث مَنْ رَا نِی فَقَدْ رَ ا نِی بالکُل حق اور ناقابل تردید وشک ہے۔

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے اس بات پر اِتفاق کیا ہے کہ خواب میں خدا تعالیٰ کو دیکھنا دُرست اور صحیح ہے اور اگر کسی اِنسان نے خدا تعالیٰ کو ایسی صفت کے ساتھ دیکھا جو اس ذات متعالیٰ کے خلاف ہے (جیسا کہ جسمانی صورت میں دیکھ لیا) تو یاد رکھنا چاہئے کہ اس صورت میں دیدہ شدہ چیز غیر اللہ ہے کیونکہ خدائے برتر کا جسم سے موصوف ہونا شرعًا عقلاً درست نہیں اور نہ اس میں اختلاف احوال کا اِمکان ہے اس کے برخلاف آنحضور ﷺ کو خواب میں مختلف احوال میں دیکھنا ممکن ہے۔اسی طرح مذکورہ حدیث کو امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ابن سورۃ ترمذی نے ان لفظوں میں نقل فرمایا: عَنْ عَبدِ اللّٰه عَنِ النَّبِی ﷺ مَنْ رَانِی فِی المَنَامِ فَقَدْ رانِیْ فَاِنَّالشَّیطٰنَ لا یَتَمَثَّل وَ فِی البابِ عن ابی هُریرةُ وابی قَتادہ وابن عباس وابی سعید وانس وابی مالک الاشجعی عَنْ ابیه وابی بکرۃ وابی حجیفةَ هٰذا حدیثٌ حَسَنٌ صحیحٌ. یعنی عبداللہؓ کہتے ہیں کہ آں حضور صلیؐ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو بے شک اس نے مجھ کو ہی دیکھا کیونکہ شیطان لعین میری صورت بنا کرنہیں آسکتا اس حدیث کے راویوں میں سے حضرت ابو ہُریرہ ، حضرت ابوقتادہ ، حضرت ابن عباس، حضرت ابوسعید، حضرت انس، حضرت ابوملک الاشجعی، حضرت ابوبکر، حضرت ابوجحیفہ رضوانُ اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے کتاب مذکور کے حاشیہ میں لا یتمثل کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔ وقیل معناه مَنُ رَاٰنی باَیِّ صورةٍ کانت فاِنَّهُ رَاٰنی حقیقةً لِاَنَّ تِلک الصُّورَةُ مثَال لِرُوحیِ المُقَّدسة سواءٌ کانت صورتهُ الخصوصته فَاِنَّ الشَّیطانَ لا یتمثَّلُ بِمثالٍ علٰے اَنَّهُ مِثالٌ لهُ علیه سلام.

یعنی بعض علماء نے فرمایا کہ جو کوئی مجھے جس صورت میں بھی دیکھے تو اس نے حقیقت میں مجھ کو ہی دیکھا کیونکہ وہ صورت مِثال ہے آپکی روح مقدسہ کی صلیّ اللہ علیہ وسلّم خواہ صورت محضوصہ ہو یا اس کے مشابہ تو شیطان آپکی صورتِ مثالی کے مشابہ کی بھی نقل اُتارنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ یہ ہے شان محمدی صلیّ اللہ علیہ وسلّم مذکورہ دونوں حدیثوں اور علما محققین کی تشریحات وتوضیحات سے سرسری طور پر مندرجہ ذیل باتیں آسانی سے معلوم ہوئیں۔

(۱) آنحضور صلیّ اللہ علیہ وسلم روضہ مبارک میں جسمانی وروحانی طور پر زندہ ہیں البتہ اسکی پوری تفصیل کرنے سے ہم عاجز وقاسر ہیں۔

(۲) آپ قبر مبارک میں موجود ہیں اور فنا ودم کا معاذ اللہ وہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۳) یہ خصوصیات نبویہ میں سے ہے (صلیّ اللہ علیہ وسلّم) کہ لوگ قیامت تک آپکو خواب میں دیکھیں گے علیٰ حسب احواہم اور یہ کہ شیطان آپکی صورت مبارکہ بنا کر کسی کے پاس نہیں آسکا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخرالزمان صلیّ اللہ علیہ وسلّم کی عظمت ورفعت کا اتنا اہتمام فرمایا کہ جس طرح آپکی ظاہری حیات مبارکہ میں یہ خرق عادت یعنی معجزہ تھا کہ

شیطان آپ کے حُلیہ ءاقدس میں نہیں آسکتا اس طرح آپکی وفات اور وصال کے بعد بھی یہ خرق عادت اور یہ معجزہ باقی ہے۔

(۴) ایک ہی رات میں دفعتہً آپ مشرق ومغرب کے نیک بختوں اور سعادت مند مسلمانوں کو اپنے دیدار سے مشرف فرما سکتے ہیں اس میں کوئی ندُرت نہیں پیغمبرں اوراولیاء اللہ کی روحانی قُوت سائنسدانوں کی مادی قوت سے کہیں زیادہ عُمدہ اورلا زوال ہے سائنسدان آلات مادیہ کی طرف محتاج ہوتے ہیں تو پیغمبر اور باخدا انسانوں کوان چیزوں کی ضرورت اوراحتیاج نہیں ہوتی اب جبکہ اس دور میں ٹیلی ویژن کے ذریعہ مشرق ومغرب کے انسانوں کواپنے گھروں میں دیکھ سکتے یااس کاعکس مستوی لیجئے تو پیغمبروں کی قوت روحانی ان سے ہزار ہا گنا اورزیادہ بہتر ہے مگر شرط ہے کہ حضوراقدس صلّی اللہ علیہ وسلم کادل احترام ومحبت اورآپ کی مقدس تعلیمات پرایمان واقراراورعمل وقول ہو۔

(۵) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیطان دوسرے انسان کی صورت میں آنے کی قوت رکھتا ہے مگر انبیا کی صورت میں نہیں آسکتا۔

(۶) اس سے بداھتہً معلوم ہوا کہ پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم، باخُدا انسانوں اور ملائکہ کی ارواح طیبہ بھی کسی عُمدہ اور پاک صورت میں متمثّل ہوسکتی ہیں جس کا ثبوت فَارسلنَا اِلیھا رُوُحنَا فَتمثَلَ لَھَا بَشرًَ سَوِیّاً سے ملتا ہے۔

بہرحال ہم نے اپنی مختصر تمہد میں دعوی کیا تھا کہ انسان کی حقیقت وماہیت جسے اَنـا (میں) سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی وہ قوت مُدرکہ جس کوفلاسفہ قدیم نفس ناطقہ کہتے ہیں موت

سے فنا اور معدوم نہیں ہوتی بلکہ مرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور عالم برزخ میں لذت و سرور، درد والم اور احساس وشعور رکھتی ہے البتہ اس میں نفس ناطقہ کے درجات کا تفاوت وفرق علم ویقین زہد وتقویٰ، معرفت الٰہی، ربانی احکام کی اطاعت اور تزکیہ قلب وصفاءِ ذہنی کا بہت بڑا دخل اور داعیہ ہے یعنی دنیا میں جس درجہ کا علم وشعور اور عمل وقول ہو اس کے مطابق برزخ میں اس کا ادراک واِحساس باقی رہتا ہے غرضکہ یہ حقیقت جس طرح فلاسفہ قدیم تسلیم کرتے ہیں تو قرآن مجید سے بھی شہیدوں اور صالحین کے متعلق بعینہٖ اس حقیقت واقعیہ کی تائید وتوثیق ہوتی ہے جیسا کہ سابقہ آیات واحادیث سے یہ مضمون مُبرہن ہُوا۔

چونکہ بنی نوع انسان میں سب سے کاملترین افراد حضرات انبیاء ومرسلین ہیں اور ان میں بھی سب سے زیادہ کامل وجامع اور افضل واعلیٰ ہر لحاظ سے ہمارے رسول کریم ﷺ ہیں اس لئے قدرتی طور پر آپکی وفاتِ ظاہری اور وصال سے آپکی اس حیات مقدسہ معنوی پر کوئی مخالف اثر نہیں پڑا بلکہ آپ کے نفس قُدسیہ کے کمالات لوازِم نبوت مشاہدہ عالم ملکوت اور آپ کا اپنے اُمتیوں کے اعمال پر بحکم الٰہیٰ علم اطلاعی سے مُطلع ہونا حیات ظاہری کی طرح برابر جاری وساری ہے اور اس کے برخلاف یہ کہنا کہ آپ کی قبر مُبارک میں کیا ہے اور یہ کہ وفات اور وِصال سے آپ کے وہ کمالات برقرار نہیں رہے صرف جہالت و نادانی اور مشرکین عرب کے عقیدہ کے ساتھ فی الجملہ ہم خیالی وہم آہنگی کے سوا کُچھ بھی نہیں کیونکہ انہیں کا عقیدہ تھا کہ آدمی کی موت سے اُس کا کُلی طور پر عدم وفنا ہو جاتا ہے نعوذُ باللہ من ذٰلک۔ لہٰذا جن ائمہ دین اور فقہا ومحدثین رحمہم اللہ نے کہا کہ آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے

وِصال کے بعد آپ کا جسم مقدس محفوظ و مصون ہے اور یہ کہ اس پر زمین کا اثر اور فنا کارگر نہیں ہوتا بلکُل حق اور صحیح ہے ان حضرات کے نزدیک آں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے روضہ مبارک میں زندہ اور رزق الٰہیٰ سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبرِ مطہرہ میں زندہ ہونا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث درج ذیل سے اور بھی عیاں اور ہویدا ہوتا ہے۔ حدیث شریف یہ ہے:۔

''عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللہ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰئِکَةً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنَ مِنْ اُمَّتی السَّلَامَ. (رواہ النّسائی و دارمی. مشکواۃ ،باب الصلواۃ علی النبی صلی اللّٰہُ علیہ وسلم وفضلھا ص ٨٦).

ترجمہ:''اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں پھرتے ہیں اور مُجھے میرے امتیوں کا درود وسلام پہنچاتے ہیں۔''

توضیح:۔ وجہ استدلال اس طرح ہے کہ زندہ اور صاحب شعور و اِدراک ہی کو کوئی تحفہ یا کوئی اچھی یا بری چیز پہنچائی جاسکتی ہے جس سے بھیجنے والے کا مقصود بھیجے ہوئے صاحب کو خوش یا آزردہ کرنا ہوتا ہے پس فرشتوں کو سیاحت کرنے اور درود خوانوں کا درود پہنچانے کے لئے انتظام واہتمام کرنا اس بات کا بیّنِ دلیل ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات حیات اور مُتصرف بِامراللہ واِذنہٖ ہیں جس کی طرف حضرت مصنف (حضرت شیخ سید عبدلقادر جیلانیؒ) نے مالِكِ اَزِ مَّةِ الشَّرْفِ الاَسْنٰے سے اشارہ فرمایا۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **مَامِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عِلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِی حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیہِ سَّلاٰمَ. (رواہ ابو داود والبیھقی فی الدعواتِ الکبیر).**

ترجمہ: ''**کوئی بھی ایسا مسلمان نہیں جو مجھ پر درود وسلام بھیجے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ عالمِ مَلکوت ومشاہدہ میں مُجھے اس کے سلام کی طرف متوجہ کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں**''۔ یہ ترجمہ میں نے اس لئے اختیار کیا کہ یہ حدیث شریف استعارہ پر محمول اور مبنی ہے اور اعتراضات سے خالی جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ (نوٹ: چونکہ عربی متن دستی تحریر ہونے کی وجہ سے خادم کو واضع طور سمجھ نہ آئی جس کو اس طرح شامل کرنے میں غلطی ہونے کے پیشِ نظر صرف اردو ترجمہ پیش کر رہا ہوں اور عربی متن کو پڑھنے کے خواہان شفاء البشر کے صفحہ نمبر ۲۷ ادیکھیں)۔

ترجمہ: اس عبارت کا حاصِل ترجمہ یہ ہے کہ حدیث مذکور میں رُوح مُبارک واپس بھیجنے کا یہ معنیٰ نہیں کہ معاذ اللہ اس سے پہلے آپ کی روح معلّیٰ صلےّ اللہ علیہ وسلّم جسم مُقدّس ومُعطر ومنّور سے علحٰیدہ تھی بلکہ اُس کا مقصد یہ ہے کہ آپکی رُوحِ اَلطَف عالمِ ملکوت کے مشاہدہ اور اَسرارِ الٰہی کی معرفت میں مشغول ہوتی ہے جیسا کہ ظاہری حیات مبارکہ میں نزول وحی اور دوسرے احوال میں ہوتی تھی۔ ان مُشاہدات واحوال شریفہ سے فراغت پانے کو آپ نے روح شریف کے واپس بھیجنے سے اِستعارہ کے طور پر تعبیر فرمایا: صلیّ اللہ علیہ وسلّم۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ اللہ نے **اَنبَاءُ الاذکیاء فی حیات الانبیاء**

میں حدیث مذکور کی اس عبارت ''اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِی حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیہِ سَّلاَمَ'' کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔فرماتے ہیں کہ روح کا واپس کرنا اِشارہ عالَم ملکوت اور اِستغراق سے فراغت حاصل کرنے کی طرف ہے۔یہ جواب بعینہٖ صاحِب لمعات نے اختیار کیا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔موصوف نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ اگر حدیث کا ظاہری ترجمہ مُرادلیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپکی روح مُعلّےٰ جسم اقدس سے باہر نکالی جاتی اور پھر واپس لائی جاتی ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ آپکے جسم نازنین کو تکلیف ہوگی جو خدائے ربُّ الجلیل کو ہرگز منظور نہیں اور پھر شہداءِ کرام کی برزخی زندگی علی الدوام والاستمرار نصِ قرآن سے ثابت ہے تو انبیاءِ کرام اور خاص کر حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی برزخی حیاتِ طیبہ استمرار اور دوام کیساتھ موصوف ہونے کی زیادہ حقدار اور سزاوار ہے اور اس جواب کے بعد موصوف فرماتے ہیں:۔

ترجمہ:''امام سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ہمارے اس جواب سے دوسرا جواب بھی نکلتا ہے وہ یہ کہ آپ نے جو یہ فرمایا اِلّا رَدَّاللہ عَلّی رُوحِی اس سے آنحضرت ﷺ کا اپنے اُمتیوں کا بے واسطہ درود وسلام سننا بھی بطریقِ معجزہ خاص مراد ہوسکتا ہے یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں بعض اوقات اپنے امتیوں کا درود وسلام بغیر واسطہ ملائیکہ کے بھی سُنتے ہیں خواہ درود پڑھنے والا آپ کے روضہ اطہر سے کتنا ہی دور کیوں نہ ہو لیکن آپ کا اسطرح سے بے واسطہ درود وسلام سُننا معہود اور عادت کے طریقہ کے طور پر نہیں بلکہ یہ بطریق معجزہ مبارکہ کے ہے کیونکہ آں حضور ﷺ دنیا میں اس قسم

کے معجزہ کے ساتھ پورے طور پر موصوف اور ممتاز تھے کہ آپ ﷺ دنیا میں آسمانوں کے فرشتوں اور عالمِ ملکوت کی تسبیح وتہلیل کی آوازیں سُنتے تھے جیسا کہ کتابُ المعجزات میں مذکور اور ثابت ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ آپ کے بعض معجزات حیات مقدسہ میں ہر آن و ہر لمحہ قایم نہیں رہتے تھے۔ لہذا اگر آپ کی برزخی حیات مطہرہ میں احیاناً بعض امتیوں کا درود سلام سُننا مراد لیا جائے تو اس صورت میں یہ ممکن ہے کہ آپ دوسرے برزخی امور میں مصروف و مشغول ہونے کی بِناء پر بے واسطہ درودوسلام سُننے کے لئے آپ کی روح انور متوجہ کی جاتی ہے تاکہ آپ اُس کا جواب مرحمت فرمائیں گے۔ (حاشیہ از امیر شریعت علامہ سید محمد قاسم شاہ بخاریؒ ۔۔ ''کمترین بخاری عرض کرتا ہے کہ حضرت امام سیوطیؒ کے اس جواب سے اب ان حضرات کی پوری تائید ہوتی ہے جو بعض احادیث کی بنا پر یہ کہتے ہیں کہ آں حضور ﷺ اہل محبت ومعرفت کا درودوسلام خود سنتے ہیں کیونکہ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ دور کی چیزوں کا سننا آپ کا مخصوص معجزہ ہے دنیا میں بھی اور برزخ میں بھی تو ان تصریحات کے ہوتے ہوئے علماء بریلوی اور ان کے ہم اعتقادوں پر کُفر وشرک کی مشین گن چلانا نہایت ناانصافی اور اہل حق سے بیگانہ ہونے کی کھلی دلیل ہے)۔ اور امام سیوطی مقدم الذِکر کتاب میں حدیث مزکور کی تشریح مزید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

ترجمہ: ''اس سے ایک اور جواب پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ روح مبارک واپس کرنیکا یہ مطلب لیا جائے کہ آپ اُن ضروری اشغال سے فراغت پاتے ہیں جو آپ عالم برزخ میں مسلمانوں کے کام سرانجام دیتے ہیں جیسا کہ آپ کا اپنے اُمتیوں کے اعمال دیکھنا

انکے لئے مغفرت کی دُعاء مانگنا ان سے مَصَائب حادثات دور کرنے کی دُعا کرنا، زمین کے اطراف واکناف پر نزول رحمت کے لئے تشریف لے جانا اور صُلحاءِ اُمت کے جنازوں کے لئے حاضر ہونا یہ وہ امور ہیں جن کے ساتھ آپ برزخ میں دلچسپی اور مشغلہ رکھتے ہیں۔

حضرت امام سیوطی رحمہ اللہ حدیث ''اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِی کا جواب دیتے ہوئے مذکورالذکر کتاب میں فرماتے ہیں ''اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِی کو را کے فتحہ سے بھی پڑھا گیا ہے۔یعنی ''اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِی ' ۔امام سیوطی فرماتے ہیں اس صورت میں حدیث کا یہ معنیٰ ومطلب ہوا کہ جب کوئی مسلمان مجھ پر درودوسلام بھیجتا ہے تو اس درودوسلام سے مجھے (یعنی آنحضرت ﷺ کو) راحت وسرور اور انبساط ومسرت حاصل ہوتی ہے اور فرماتے ہیں اَنَّہ یحصِلُ لهُ بسَلامِ الْمُسَلِّمِ عَلَیهِ اِرْتِیاحٌ وَرَوْحٌ ، کہ آپ کو سلام بھیجنے سے راحت ومسرت حاصِل ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فَرَوْحٌ وَرَیْحَانٌ آیا ہے مختصر عرض یہ ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ کے حدیث مذکور کے تمام جوابات سے آں حضور ﷺ کا عالم برزخ میں برُوح وجسدِ اقدس زندہ ہونا اپنے اُمتیوں کے کاموں سے ضروری مواقع پر دلچسپی لینا گاہ بواسطہ ملائیکہ گاہ خاص معجزہ کی بنا پر بے واسطہ ثابت ہوا ہے اسی کی وضاحت کرنا ہمارا اصلی مقصود ومرام ہے اس سے آں حضور ﷺ کا حی اور زندہ ہونا اچھی طرح عیان ہے بلکہ یہ حکم تمام انبیاء علیہم السلام کا ہے۔جیسا کہ صیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے اَنَّ النَّبِیَّ صلّی الله علیه وسلم لَیْلَتَ اُسْرِیَ بِهٖ مَرَّ عَلٰی موسیٰ علیه سلام و هُوَ یُصَلّی فِی قَبْرِهٖ ۔کہ آنحضرت ﷺ نے

معراج کی رات میں واپسی کے وقت حضرت موسیٰ کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اسی طرح ابونعیم نے الحُلیہ میں ابن عباس کی روایت سے بیان کیا کہ آں حضرت ﷺ نے معراج کی رات میں واپسی کے وقت حضرت موسیٰؑ کو قبر مبارک میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ نیز ابو یعلی اپنی مسند میں اور امام بیہقیؒ نے حیات الانبیاء میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی کہ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلمَ قَالَ الانبیآءُ اَحیَاءٌ فِی قبُورِ یُصَلُّوْنَ، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سارے انبیاء علیہم سلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

اسی طرح فخر المحدّثین المتاخّرین حضرت مولٰینا محمد انور شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مشہور شاگرد حضرت مولٰینا بدر عالم صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہ حدیث مَنْ رَانی۔۔ الخہ کی تحقیق اپنے شیخ سے نقل کرتے ہوئے فیض الباری شرح صحیح البخاری صفحہ ۲۰۴ میں فرماتے ہیں (نوٹ: عربی عبارت شفاء البشر کے صفحہ نمبر ۱۷۷ تا ۱۷۸ موجود ہے)۔

ترجمہ: عبارت مذکورہ کے حاصل ترجمہ پر لِلّٰہ غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مُعظّم صلیّ اللہ علیہ وسلّم کو کتنا اونچا مرتبہ بخشا ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء کی قبروں میں کیا رکھا ہے وہ کتنے بدذہن اور مشرکین عرب کے ہمنوا وہم آہنگ ہیں۔

حاصل ترجمہ یہ ہے:۔ ’’تحقیق یہ ہے کہ خواب میں آپ کی ذات مبارک کی زیارت کسی خاص صورت میں متعین اور مخصوص نہیں ہے کیونکہ ایک شخص کے دیکھنے میں مختلف احوال ہوتے ہیں کہ بسا اوقات ہم زندوں میں سے ایک شخص کو دیکھتے ہیں مگر اس کو

ہمارے دیکھنے کا علم نہیں ہوتا اور اگر ہم خواب میں بعینہٖ وہ صورت دیکھتے ہیں تو اُس کو اس کا شعور واحساس ہونا چاہیے۔ پس اس اعتبار سے کبھی ایسی صورت مرئیہ ہوتی ہے جو صورت حقیقیہ کی مثال ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ آنحضور ﷺ کی صورت مقدسہ ومُعطّرہ پر ایک ایسی حقیقت پیدا فرماتا ہے جو آپ کی صورت کریمہ اور روحانیت کی مثال ہوتی ہے اور اسی سے ہمارے نفوس کا مخاطبہ اور بات چیت ہوتی ہے (یہ ہے وہ صورت جیسے کوئی آفتاب کا عکس بعینہٖ دیکھے کیونکہ بعینہٖ آفتاب کی ذات دیکھنے کی طاقت نہیں ہوتی) مگر پھر بھی یہ معمولی سعادت نہیں کہ دیکھنے والا آفتاب کے عکس سے مُستفید ہوا اور فرماتے ہیں کہ کبھی خواب دیکھنے والا آنحضور کی روح معلیٰ بعینہا آپ کے مثالی بدن اقدس کے مُشاہدہ کے ساتھ بہرہ ور اور لُطف اندوز ہوتا ہے <u>اور حضرت محدث کشمیری فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ آدمی خواب کی طرح آپکو بیداری میں بھی دیکھے۔ یہ سعادت اس شخص کو مِل سکتی ہے کہ جو مقبول بارگاہ ربانی ہو</u>۔ جیسا کہ حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ سے منقول ہے کہ آپ نے آں حضور ﷺ کو بیداری میں بائیس ۲۲ مرتبہ دیکھا اور آں حضور ﷺ سے چند احادیث مُبارکہ کے بارے میں اِستفسار فرمایا آں حضور ﷺ نے اُن احادیث کی تصیح فرمائی تو امام سیوطی رحمہ اللہ نے بعد میں ان احادیث کی آپ کے حسب ارشاد تصیح فرمائی اور امام شاذلی رحمہ اللہ نے امام سیوطی کو بادشاہ وقت کے پاس سُفارش کرنے کی درخواست کی مگر امام سیوطی رحمہ اللہ نے سفارش سے انکار کر کے فرمایا کہ بادشاہ وقت کے پاس جانے سے میرا اور اُمت کا نقصان ہوگا کیونکہ میں نے بار ہا عیاناً آنحضور ﷺ کو دیکھا میں اپنے نفس میں اس

سعادت عظمیٰ کے پانے کی کوئی وجہ نہیں دیکھتا ہوں اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ میں دُنیوی بادشاہوں کے پاس نہیں جاتا ہوں ورامام شاذلی کو لکھا کہ مجھے خطرہ ہیکہ اگر میں بادشاہ کے پاس آپ کا کام کرانے کے لئے جاؤں تو حضورؐ کے دیدار پُر انور سے محروم ہو جاؤں لہذا آپ کا تھوڑا سا نقصان بھاری نقصان وضرر کے مقابلہ میں مجھے پسند ہے مشہور محدث امام شعرانی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ انہوں نے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آنحضور صلیؐ اللہ علیہ وسلّم سے بخاری شریف پڑھی اور پھر ان کے نام بتائے جن میں سے ایک صاحب حنفی تھے اور امام شعرانی رحمہ اللہ نے وہ دُعا بھی لکھی جس کی آپؐ نے ان کو تعلیم کی۔ حضرت مُحدث کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ فَالرُّؤیۃُ یَقْظَۃً مُتَحَقَقَۃٌ وَاِنکَارُھَا جَھْلٌ کہ آپ کو بیداری میں دیکھنا متحقق اور ثابت ہے اور اس کا انکار کرنا نادانی و جہالت ہے۔ آپ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اگر واقعی دیکھنے والا آپ ہی کو دیکھتا ہے تو پھر ایک ہی وقت میں متعدد انسان کیونکر دیکھ سکتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ پھر بھی خواب صحیح ہے دیکھنے والوں نے معًا آپ ہی کو دیکھا ہے کیونکہ ہر ایک پاکیزہ صورت میں آپکا دیکھنا ممکن ہے یا تو وہ صورت مثالیہ ہوتی ہے۔ یا عین ذاتِ گرامی ہوتی ہے۔ صلّی اللہ علیہ وسلمہ پس اگر عاشق صادق آپ کے فراق میں سوز وگداز کے ساتھ آپ کے دیدار کی آرزو کرے اور یارسواللہ کہہ کر پُکارے تو وہ اس پر مجبور ہے کیونکہ اس کے سامنے نہ صرف حضرت جلال الدین سیوطیؒ اور حضرت امام شعراءؒ کے نجیب وغریب واقعات ہیں بلکہ اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جو اُسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پُر انوار کے لئے تڑپاتے اور بے قرار بناتے

ہیں۔ کمترین بھی ضمناً حضور پُرنور شفیع روزِ محشر سے نہایت عاجزی سے عرض کرتا ہے۔ ابیاتِ

ے

ای صدر نشین حجاب تا کے　　　　وَے بَدرِ دُجیٰ نِقاب تا کے

ای صدر نشینِ قاب ِقو سَین　　　　وَے تا جورِ شھانِ کو نیئن

برخیزز روضہ آشکارا　　　　بِنمائے جمال تا جدارا

صَلّے اللہُ عَلیک وَسَلّمہَ

جسطرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

ترجمہ: یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر حکم وعدل اور امام عادِل بن کر اُترینگے مقام حج روحاء سے حج یا عمرہ یا دونوں کا اِحرام باندھیں گے اور میری قبر مبارک پر ضروری حاضری دیکر عرض سلام مُجھ پر کریں گے اور میں ضرور ان کے سلام کا جواب دونگا۔ (ابن جریر و حاکم)

غرض مذکُورالذکر صحیح احادیث سے ثابت ہوا کہ آں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم اپنے فضل مُبارک اور قبر انور میں بروح و جسد نازنین زندہ ہیں اللہ تعالیٰ کی عنایت وفضل سے آپ درود و سلام بھیجنے والوں کو جواب بھی عنایت فرماتے ہیں اور یہ کہ ملائیکہ سیاحین کے ذریعہ آپ پر اپنے اُمتیوں کا درود سلام پیش کیا جاتا ہے۔ اور گاہے بطریق معجزہ خاص آپ علیٰ حسب احوال الناس و درجاتھم بلا واسطہ بھی اپنے امتیوں کا درود و سلام سنتے ہیں اتنا ہی نہیں بلکہ بیداری میں بھی آپ پاکبازوں اور سعادتمند افراد و اشخاص کو رہبری و رہنمائی

فرماتے ہیں اور نزول، برکات کے لئے آپ حسب منشا روئے زمین پر تشریف لے جاتے ہیں اور صالحین امت کے جنازوں میں شرکت بھی فرماتے ہیں۔ حیات النبی ﷺ سے ہمارا یہی مقصد ہے اور تمام سلف وصالحین محدثین والفقہاء الکاملین کا یہی مذہب واعتقاد ہے البتہ خواب کی صورتوں میں حضرات محدثین کی شرطیں احتیاط کی بناء پر کچھ سخت سے ہیں اور اولیاء اُمت اس میں کُچھ نرمی فرماتے ہیں اور اس زمانہ میں جو وبا اور بیماری پھیلی ہوئی ہے۔ کہ وہ پیغمبر صاحب کے اس بُلند شان سے انکاری ہو رہے ہیں اور حقیقت وہ آپکی لوازم نبوت اور خواصِ رسالت سے ناواقف محض ہیں اس لئے وہ بہت سی بدیہات دین اور امور متفقہ کا کُلیتہً اِنکار کرتے ہیں۔ وہ اس بات میں اپنا طغرائے امتیاز سمجھتے ہیں کہ دین اسلام اور قرآن وسُنت ظاہری مکارانہ اور فاسد اغراض واقتدار کے لئے استعمال کیا جائے مگر آپ یاد رکھئے اصلی دین کا مُدعیٰ ومقصد تزکیہ قلب اور تقویٰ وطہارت ہے اور اسلام اقتدار سے بھی یہی تقویٰ وطہارت روحانیت اور اخلاق عالیہ کے اعلیٰ مدارِج حاصِل کرنے کے سِوا کُچھ بھی نہیں جیسا کہ آیت اَلَّذِینَ اِنْ مَکَّنَّا ھُمْ فِی الْاَرضِ، اَقَامُوا الصَّلوٰۃَ وَاٰتَوُا الزَّکوٰۃَ وَ اَمَرُوا بِالْمَعرُوفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنکَرِ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُور. سے واضح ہے تزکیہ قلب اور صفاءِ باطنی کے لئے ضروری ہے کہ دل حضرت سید المرسلین صلیّ اللہ علیہ وسّلم کی محبّت واحترام سے معمور ومنسور ہو اور جو شانِ رفیع حق تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے اُس کا دل سے اعتقاد ویقین اور قول وفعل سے اُس کا اقرار واعتراف ہو ایمان اس بات کا نام نہیں کہ معاذ اللہ مسلمانوں کو اس بات کا تصور دلایا جائے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا

تعالیٰ کے قاصد اور پیغمبر تھے اور وہ اس معنی سے زندہ ہیں کہ آپ کا دین باقی ہے اور قبر انور میں مَعاذَ اللہ کیا رکھا ہے۔ اور آپ کی لوازِم نبوت اور کمالت روحانیہ (جوتا قیامت باقی ہیں) اُنکا انکار کرے اور احترام رسالت سے بے ادب اور گستاخ بنے ایسے لوگ ایمان کی نعمت سے نہ صِرف بے بہرہ ہیں بلکہ سلف صالحین کے اعتقادات اور اُنکے مُسلمات کے سخت مخالف ہیں اس لئے ہم نے ذرا تفصیل سے یہ بحث چھیڑی کہ حضرت مصنف رضی اللہ عنہ نے جو صفات عالیہ آں حضور صلیؐ اللہ علیہ وسلّم کے شمار کیئے وہ ابدالدھر باقی ہیں۔ صلیؐ اللہ علیہ وسلّم۔ باقی رہا یہ امر کہ آپ کو ہمارا درود وسلام پہنچایا جاتا ہے یا خود سُنتے ہیں اس سے مسلۂ حیاتُ النبی پر کوئی مخالِف اثر نہیں پڑیگا۔ دونو صورتوں میں آپ کا زندہ بروح وجسد اطہر ہونا ثابت ہوتا ہے جس کی تفصیل گذشتہ سطور میں آ گئی ہے۔

ہاں اس مقام پر دو اہم سوال پیدا ہوتے ہیں جن کا جواب دینا ضروری ہے۔

ا۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات سے بھی آنحضور صلیؐ اللہ علیہ وسلّم کا اس عالم سے تشریف لے جانے کے بعد بروح وجسد زندہ ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

۲۔ دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیت "اِنَّکَ مَیّتٌ وَ اِنَّھُمْ مَیِتُونَ" اور آیت "وَمَا جَعَلنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبلِکَ الْخَالِدُوْن o کُلُ نَفْسٍ ذَائِقَتُ الْمَوْتِ الخ"، سے صاف واضع ہے کہ موت ہر ایک متنفس کے لئے لازمی ہے خواہ وہ پیغبر ہو یا غیر پیغمبر پھر حیات النّبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا کیا مطلب ہے؟

اس لئے جب تک دونوں سوالوں کا جواب قرآن میں سے نہ دیا جائے اُس وقت

تک دعوائِ حیات نامکمل اور نا قابلِ تسلیم ہے اور قانون عدل بھی یہی ہے کہ مُخالِف کی بات پر بھی غور و فِکر کرنا چاہیئے اور مُخالفت برائے مخالفت نہیں ہونی چاہیئے اس لئے ہم پر اخلاقی اور قانونی فرض ہے کہ ہم اس جگہ دونوں سوالوں کا جواب ہدیۂ ناظرین کریں۔

الجواب:۔ جہاں تک سوال ۱ کا تعلق ہے ہم پورے یقین و اِتقان کے اثبات کے ساتھ جواب دیتے ہیں مگر قبل اسکے کہ ہم زیر بحث سوال کا جواب قرآنی آیات سے دیں پہلے یہ مُسلمہ مقدمہ ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ عُلماءِ اصولِ فقہ کے نزدیک قرآنی آیات سے استدلال کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ وہ کبھی عبارۃُ النص، کبھی اشارۃُ النص، کبھی دلالۃُ النص اور کبھی اقتضاء النص سے استدلال کرتے ہیں لہذا ہم پہلے چاروں دلالتوں کی تعریف کرینگے ملاحظہ ہونُورالانوار شرح منار صفحہ ۱۴۶ (عربی عبارت پڑھنے کے لئے مطالع کریں شفاء البشر صفحہ نمبر ۱۸۳)۔

۱۔ **اِستدلال بعبارۃُ النص** کی مختصر تعریف یہ ہے کہ ’’اُس ظاہری معنی پر عمل کرنا جس کے لئے قرآن کی عبارت بالذات نازل ہوئی‘‘۔ دوسرے لفظوں میں یوں فرمائے کہ عبارۃُ النص اُس حکم کا نام ہے جس کی طرف قرآن کریم کی عبارت سے ذہن منتقل ہو جائے جیسے ایک سے چار عورتوں تک نکاح کے جائز ہونے پر فَانکِحُوا مَاصَابَ لَکُمہ الخ سے اِستدلال کرنا کہ اس آیت سے بالذات یہی بیان کرنا مقصود ہے کہ ایک مرد بیک وقت چار بیبیوں سے نکاح کرسکتا ہے۔

۲۔ **استدلال باِشارۃُ النّص** کی تعریف یہ کہ ’’اُس حکم قرآنی پر عمل کرنا جو لغت کی رُو سے

ثابت ہوا لیکن وہ حکم عبارت میں غیر مقصود ہو اور نہ اس کے لئے کلام چلا گیا ہو اور نہ ہر لحاظ سے وہ ظاہر ہو جیسا کہ عَلَی المَوْ لُودِ لَهُ رِزْ قُهُنَّ وَ کِسْوَ تُهُنَّ میں کلام اس لئے چلایا گیا کہ نابالغ اولاد کا نان ونفقہ اس کے باپ کے ذِمّہ ہے اس اعتبار سے یہ عبارۃُ النص ہے اور اسی آیت میں اس بات کی طرف بھی اچارہ ہے کہ نسب کی نسبت واعتبار باپ کی طرف ہوتی ہے پس اگر کسی بچہ کا باپ قُریشی ہو اور اُسکی ماں عجمی ہو تو بچہ قریشی ہی متصور ہو گا کمافی قمر الاقمار شرح نور الانوار۔ پس حکم شرعی جس طرح عبارۃُ النص سے ثابت ہوتا ہے اسی طرح اشارۃُ النص سے بھی ثابت ہوتا ہے مگر بصورت تعارض عبارت النص کو ترجیح دی جائے گی۔

۳۔ دلا لۃُ الـنص کی تعریف یہ ہے کہ ''جو نص کے معنیٰ سے باعتبار لغت ثابت ہو جائے نہ باعتبار اجتہاد۔ جیسا کہ '' وَ لا تَـقُـل لَهُـمَـا اُفٍّ وَلا تَـنهَـرْ هُـمَـا و قُلْ لَهُمَا قَوْ لًا كَـرِيْماً '' سے ماں باپ کے دِل دُکھانے اور ان کے سب وشتم کی حُرمت پر استدلال کرنا دلالتہُ النص ہے یہ لُغت سے ثابت ہے اجتہاد کو اس میں کوئے دخل نہیں ورنہ اس آیت عبارۃُ النص سے ماں باپ کو اُف کرنا منع ثابت ہوتا ہے وہ مقصود نہیں بلکہ مقصود تو اس کا لازمی معنیٰ ہے یعنے الایـلام و حُـرمتـا الضّرب وَ الشتّم صر ف لفظ حرام نہیں بلکہ اُس کا لازمی معنیٰ مُراد ہے وہ یہ ہے کہ ماں باپ کا دِل دُکھایا جائے اور اُنہیں سب وشتم کیا جائے ۔صاحبِ توضیح نے شرعیات میں اس کی مِثال یہ دی ہے کہ صاحبین کے نزدیک حدِ زِنا سے لِواطۃ (معاذ اللہ) کی حد ثابت کی جائے کیونکہ دونوں جگہ علت مُشترک ہے۔ وہ قـضـاءُ الشهـو ۃُ بِسَفحِ الماءِ فی محلٍ حَرَامٍ مُشتهی و هٰذ امو جودٌ فِی اللِّوَ اطتۃ ا

یضاً کذافی التوضیح یعنے محلِ حرام میں شہوت کے ساتھ مادہ منوی ڈالنا یہ زِنا اور لواطہ دونوں جگہ برابر پایا جاتا ہے اس لئے دونوں کا حکم ایک ہی ہونا چاہیئے۔ پس حد، زِنا سے حدِ لِواطۃ ثابت کرنا دلالۃُ النَصّ ہے اور اجتہاد کو اس میں کوئی دخل نہیں کیونکہ یہ حکم لغت اور الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے۔ فرض کیجئے کسی قوم کی اِصطلاح یا محاورہ میں ماں باپ کو اُف کرنا باعثِ عزت گردانا جاتا ہو تو کیا اس صورت میں بھی اُنہیں اُف کرنا حرام ہے؟ جواب یہ ہوگا کہ ہر گز نہیں۔ صَرَّح بِه مَنْ صَرَّ حَ مِنَ الا صولین ۔

۴۔ اِقتضاءُ النّص کی تعریف یہ ہے کہ جب تک وہ عبارت مقدر نہ مانی جائے جس کا تقاضا نص اور عبارت نے کیا ہے اس وقت تک حکم ربانی پر عمل کرنا ممکن نہ ہو۔ جیسے دربار کفارات غلام آزاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس حکم پر عمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے یہ تسلیم کیا جائے کہ جو غلام آزد کیا جائے آزاد کرنے والا اس کا مالک ہونا چاہیے۔ ورنہ دوسرے کا غلام کیونکر آزاد کیا جائے۔

بہر حال احکام شرعیہ پر جب نص قرآنی سے اِستدلال کیا جاتا ہے تو مقفقہ طور پر اسکی چار صورتیں ہیں:۔ (۱) عبارۃُ النص (۲) اِشارۃُ النص (۳) دلالُته النص (۴) اقتِضاءُ النّص ۔ اسمیں علماءِ اصولِ فقہ کا اِتفاق ہے۔ اب ہم اس مختصر اور مسلمہ تمہید کے بعد اپنے اصلی مقصد یعنی سوال نمبر (۱) کے جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ کسی قرآنی آیت سے بھی آں حضور ﷺ کا بعد وِصال زندہ ہونا ثابت ہوتا ہے کہ نہیں فاقولُ وَبِاللّٰهِ التَو فیق ولا سیّمافی مقام التَّحقیق وَ لتَّدقیق:۔

جن قرآنی آیات سے حضرت سیّد المرسلین ﷺ کے عالمِ برزخ میں بروح وجسدِ اقدس حیات اور زِندہ ہونا ثابت ہوتا ہے اُن میں سے آیت **وَ لَاتَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتاً ط بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَرَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ** ہے کیونکہ اگرچہ عبارۃُ النّص کے لحاظ سے آیت مذکورہ سے شہیدوں کی زندگی بعد شہادت ثابت ہے لیکن اسی آیت سے باشارۃُ النّص نہ صِرف آنحضور ﷺ کا النّبی الحی قبر مبارک میں زِندہ ہونا ثابِت ہے بلکہ اسی آیت سے باشارۃُ النّص دوسرے انبیاء سابقین کا بھی برزخ میں زِندہ ہونا اور اُن کا مِن جانب اللہ مرزوق ہونا ثابت ہے کیونکہ انبیاء کرام نے نبوت ورسالت کے ساتھ شہادت کا مقام اور وصف بھی اِتفاقاً حاصِل کیا ہے **قَالَہ الامامُ السیوطی** یعنے یہ جواب حضرت امام سیوطی شافعی رحمہُ اللہ کا ہے چنانچہ آپ **اَنباءُ الاذکیاءِ فِی حَیاتِ لانبِیاءِ** میں فرماتے ہیں **وَقد قالَ اللّٰہُ تَعالیٰ فی الشُھَدَاءِ" وَ لا تَحسَبَنَ الَذینَ قُتِلوُافِی سَبِیلِ اللّٰہِ اَموَاتًاط بَل اَحیَاءُ" عِندَ رَبھِم یُرزَقُونَ** سے اِستدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں **وَالاَولِیاءُ اَوُلیٰ بِذَالِک فَھُمْ اَجَلُّ وَ اَعظَمُ وَکُلُ نَبیٍ اِلّا وَ قَدْ جَمَعَ مَعَ النّبوۃِ وَصفَ الشَھَادَۃِ فَیَدْخُلونَ فی عمومِ لفظِ الاٰیۃ** کہ اس آیت کی رُو سے اَنبیاء کا برزخ میں زندہ اور مرزوق لھم ہونا بطریق اولیٰ ثابِت ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کرام نے اپنی اپنی نبوت کے ساتھ شہادت کا وصف و مقام بھی پایا ہے اُن کا وصفِ شہادت سے موصوفہ ہونا زیادہ اَحق اور سزاوار ہے۔ پھر موصوف اس حدیث سے اس دعویٰ پر اِستدال فرماتے ہیں جس کو ابویعلیٰ وطبرانی وحاکم نے المستدرک میں اور امام بیہقی نے دلائلُ النّبوّۃ

میں نکالا ہے وہ یہ ہے۔ عن ابن مسعودٍ رضی اللہ عنہ قال لان احلف تسعًا ان محمداً رسول اللہ ﷺ قتل قتلاً احبُّ الیٰ من ان احلف واحدۃً ان لم یقتل و ذالک ان اللہ اتخذہ نبیًا و شھیداً یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میرا نو ۹ بار اس بات کی قسم کھانا کہ آں حضور ﷺ شہید کئے گئے یعنی درجہ شہادت پائی بہتر ہے بنسبت اس کے کہ میں ایک بار قسم کھاؤں کہ آں حضور ﷺ شہید نہیں کئے گئے۔ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ وجہ بیان کی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ اپنے مرض وصال میں فرماتے تھے کہ میں اُس کھانے کی تکلیف ہمیشہ پاتا رہا جو میں نے خیبر میں کھایا تھا جو زہر آلود تھا۔ (اس کی روایت بُخاری اور بیہقی نے کی) حضرت سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہے فثبت کونو حیًا بنص القراٰن اِمّا عموم اللفظ و امّا من مفھوم الموافقۃ، لہذا آں حضور ﷺ کا قبر انور میں زندہ رہنا قرآن کریم کے عموم الفاظ سے یا مفہوم موافق سے ثابت ہے بعض علماء آنحضور ﷺ کا قبر اطہر میں زندہ ہونا وما ارسلناک الاّ شاھداً و مبشراً و نذیرًا سے ثابت کرتے ہیں۔ وہ اس طرح کی شاھد گواہ کو کہتے ہیں گواہ وہ ہوسکتا ہے جو مشہود لہ یا مشہود علیہ کے حالات و واقعات سے واقف اور مطلع ہو۔ لہذا مُطلع اور باخبر زندہ ہی ہوسکتا ہے، جواز جان اور از خود بے خبر ہو وہ دوسروں کا کیا گواہ ہوسکتا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک اس آیت سے اس وقت استدلال درست ہوگا جبکہ شاہد کا ایک ہی معنی گواہ کے آتے ہوں حالانکہ شہید کے عربی زبان میں مختلف معانی آتے ہیں جن میں سے ایک معنی روشن ستارہ بھی آتا ہے اس لئے اس آیت

رسے اِستدلال تام نہیں اور نہ مکمل ہوسکتا لیکن اگر عامہ مفسرین کے بتائے ہوئے معانی کی طرف کچھ اِلتفات کیا جائے تو اس آیت سے بھی بطریق اِشارۃُ النّص اِستدال کرنا صحیح اور بجا ہوگا۔

میرے نزدیک حیاتُ النبی صلیّ اللہ علیہ وسلّم پر عبارۃُ النّص سے استدلال کرنا آیت اِنَّ اللّٰـہَ وَ مَلَا ئِـکَتہُ یُصَلُّوْنَ عَلیَ النَّبِیّ یااَیُّھَاالَّذِ یْنَ اٰمنوا صَلوّاعلیہ وَ سَلِمو ا تسلیماً ۔(ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے حضرت نبی کریم ﷺ کی شان کا اعتنا اور توجہ خاص فرماتے ہیں تو مسلمانوں! تم بھی اُن پر درود وسلام سے اعتنا و توجہ کر کے اُنکی خوشنودی حاصِل کرو) سے زیادہ بہتر ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ صیغہ یُصَلّوْنَ صیغہ مضارع ہے اور یہ تجدّدِ اِستمراری پر دلالت کرتا ہے اور پھر مسلمانوں کو آپ پر درودو سلام بھیجنے کا حکم قیامت تک باقی ہے اور عَـلَیـہِ کی ضمیر کا مَرجع اَلنّبیّ ہے جو اس بات کا مقتضی ہے کہ اَلنّبیّ قیامت تک زِندہ ہیں (یعنی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کیونکہ ضمیر کے مَرجع کا موجود ہونا ضروری ہے کما لا یخفیٰ البتہ یہ اِستدلال دلالۃُ النص سے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اعتنا و توجہ بذاتِ اقدس حضرت نبی کریم ﷺ اس کا ایک فعل یا صِفت ہے خدا کے افعال قدیم ہیں جس طرح اس کی ذات قدیم ہے۔

اسی طرح حیاتُ النّبی پر آیت اِنَّمَـا اَنْـتَ مُـنذِرٌ وَلِـکُلِّ قَوْمٍ ھَادِ سے بھی اِستدلال کیا جاسکتا ہے (ترجمہء آیت: آپؐ ہی کُھلم کُھلا ڈرانے والے اور تمام اقوام کے رہبر ورہنمائی فرمانے والے ہیں)۔ چونکہ آپکی رہبری کا وصف قیامت تک باقی ہے اسلئے

اس وصف کے موصوف (رہبر) کا باقی اور زندہ ہونا ضروری ہے۔ ورنہ صِفت بدون موصوف کے پایا جانا لازم آتا ہے۔ وَ ھُوَ کَمَا تریٰ بہرکیف سوال کے جواب کے لئے اتنا کافی ہے اس کی مزید تفصیل اِنْ شاءَ الله حَتیّٰ اَتا ہُ الیَقِینُ کی بحث میں آئے گی۔ پھر پیغمبروں میں زِندہ ہونا متواترات سے ثابت ہے۔تو مزید تشریح کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

اب رہا دوسرا سوال کا جواب تو اس کے متعلق عرض ہے کہ انبیاء کرام کی موت دائمی نہیں ہوتی جیسا کہ تفسیر مظہری میں موت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اعیان ثابتہ ممکنات خارجیہ کے اصول ہیں اور تمام موجودات ممکنہ کی حقیقت میں عدم داخل ہے اس لئے دنیوی زندگی موت کی آمیزش سے خالی نہیں اور فی الحال اِنَّک مَیِّتٌ وَ اِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ اور کُلُّ مَنْ عَلیھا فانٍ اور کُلُّ شَیءٍ ھَا لِکٌ اِلا وَجھَہُ کہنا صیح ہے کیونکہ صیغۂ مشتق (اسمِ فاعل، صفت مشبہّ وغیرہ) حال میں استعمال حقیقی ہے اور ماضی و مستقبل کے معنے میں مجازی (تفسیر مظہری) اِنتھیٰ بِلَفْظِہٖ۔

پس خلاصہ جواب یہ کہ انبیاء کرام کی موت دوام کے لئے نہیں ہوتی جس پر وہ حدیث قرینہ ہے جو امام سیوطی رحمہ اللہ نے اَنْبَاءُ الا ذکیاء فِی حَیَاتِ الاَنبیَاءِ میں نقل کیا ہے اور جس کا حاصِل یہ ہے کہ انبیاءِ کرام چالیس (۴۰) دن سے زیادہ قبروں میں بحالت موت نہیں رہتے بلکہ چالیس دن کے بعد اللہ تعالیٰ اُنہیں حیاتِ دائمی اور روحانی و جسمانی زندگی سے نوازتا اور بہرہ مند فرماتا ہے (شفاء البشر صفحہ نمبر ۱۶۲ تا ۱۸۹)

علامہ بخاری علیہ رحمہ مسلہ حیات الانبیاء علیہ سلام اور حیات اولیاءِ کرام رحیمہم اللہ پر اسی شفاء البشر میں آگے صفحہ نمبر ۲۱۲ تا ۲۱۸ پر مزید بحث کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۵۶ پر فرمایا:۔

واعلمہ اَنَّ تمامَ الکامِ فی ھٰذ البابِ اَنَّ النَّضَ القُدُسِیَّتہ النّبو یّتہَ مخالفہ'' بما ھیتھا لساؤ والنفوس ومِنْ لوازِمِ تلکَ النفّوس الکمالُ فِیِ الذکاءِ والفطنتہ والحُریّتہَ والاِ ستعلاءُ وٰلترفّعُ عَنِ الجسما یّاتِ والشّھواتِ فاذا کانت الرُّوحَ فی عَایۃ الصّفاءُ والشّرَفِ وَکان البَدَنُ فی غایۃ النَقَاءِ وَالطَّھَارۃ کانت ھذہِ القوُی المحرکۃُ والمُدرِکۃُ فی غایۃ الحالِ لاَ نَّھا جَارِیۃُ جوٰی اَنوَارِ فائِضَتہِ مِن جواھر الرُّوَّح وَاصِلۃُ الی البَدَن و حتیٰ کان الفاعلُ والقابلُ فی غایۃ الکمالِ کانتِ الاٰ ثارُ ری غایۃ الصَوّۃ والشّرفِ والصَّفَاءِ.

حاصلِ ترجمہ:۔ اس بحث (بحثِ حیات الشہداء والانبیاء) میں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ انبیاء علیم السلام کے نفوس اپنی حقیقت و ماہیت میں عام آدمیوں سے مختلف اور جُدگانہ ہوتے ہیں کہ انبیاء (خاصکر حضرت سیدّ المرسلین ﷺ) اِن نفوس میں بلحاظ فہم و فِراست اور جسمانیات وشہوات سے بالاتر ہوکر ایک عجیب وغریب فوقیت و برتری رکھتے ہیں۔

جیسا ایک طرف روح کی پاکیزگی وشرف کا یہ عالم ہو دوسری اُنکے اجسام بھی انتہائی

درجہ پاک وصاف اور صاف اور دوسرے اجسام سے امتیازِ معنوی رکھتے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اُن کے قوٰی مُحرّکہ اور اِدراک کرنے والی قوّتیں انتہا درجہ میں کامل ہوتی ہیں کیونکہ جب فاعل اور قابل دونوں کامِل ہوں تو پھر آثارِ قوت وشرف و پاکیزگی میں کیوں کامل نہ ہوں یعنی پیغمبر صاحب کی روح مقدس جسم اطہر سے جُدا ہونے کے بعد پھر برزخ میں تعلق رکھتی ہے۔لہٰذا شہید اور خاصکر حضرت سّید المرسلین ﷺ کا بروح وجَسَدِ اقدس زندہ ہونا اور اُنہیں قوّت اِدراک کا باقی رہنا چنداں تعجّب خیز نہیں (بلکہ) برزخ میں روح مبارک کو بہت وسعّت ہوتی ہے اور آپ کا بعض اوقات بعض خواص اُمّت سے حالت بیداری میں کلام اور ہدایت فرمانا بھی آثار و اخبار میں مذکور ہے اور حالتِ رویا وکشف میں تو ایسے واقعات احاطہ اور شمار سے باہر ہیں اور ان تمام مشاغل سے ایک ہی وقت میں اجتماع سے نزاحمہ کا وسوسہ نہ کیا جائے کیونکہ برزخ میں روح کو خاصکر روحِ مبارک کو بہت وسعت ہوئی ہے۔مگر یہ امور علی الدّ وام نہیں ہیں۔الخ (خلاصہ مِن نشُر الطیب از مولٰینا تھانوی)۔

اس مضمون کو مولٰینا بدرِ عالم صاحب ترجمان السّنۃ جلد ثالث صفحہ ۲۹۶ حدیث فاکثر و ا عَلَیَّ مِنَ الصَّلوٰۃفیہ فَاِنَّ صَلا تَکُمہ معرُوضَۃٌ عَلَیَّ قال قالوا یا رسل اللّٰہ و کیفَ تُعضُ صلوتُنا علیکَ وقد اَرِمتَ یقولونَ بلیتَ فقال انّ اللہ عزّ وجلَّ حَرَّمَ علی الارضِ اَجسَادَ الا نبِیاءِ . (رواہُ ابو داود والنّسائی والبسقی فی الدعواتِ الکبیر و احمدُ و ابن حسبان و لحاکمہ وقال علی شرط البخاری وجم'' غفیر'' مِنَ المحدّ ثین).

ترجمہ" جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کہ تمہارا درود مجھ پر اُس دِن پیش کیا جاتا ہے۔راوی کہتا ہے صحابہٗ کبارؓ نے تعجب سے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ! ہمارا درود وسلام آپ کے سامنے کِس طرح پیش کیا جائے گا جبکہ آپ کا جِسم اطہر تو اس وقت مٹی سے اثر پذیر ہوا ہوگا۔آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام پر کوئی اثر کر سکے" (ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، بیہقی) کی شرح میں فرماتے ہیں: انسانی زندگی میں عام انسانوں کے اجسام کے بِگڑنے سے کیا چیز مانع ہے تو ظاہر ہوگا کہ وہ علاقہٗ روح یعنی حیات ہے اُدھر روح نے جِسم سے پرواز کی اِدھر جسم کے اندر تغیر شروع ہوا۔اگر انبیاء علیہم سلام کی ارواح کا ان کے جسموں کے ساتھ علاقہ شہدا سے کچھ زیادہ تسلیم کیا جائے تو کیا پھر بھی ان کے جِسموں کے مخلوط رہنے میں کوئی وجہ اشکال ہوسکتی ہے؟ آگے مصنّف مذکور فرماتے ہیں، مگر ان تمام کمالات کے بعد بھی کیا انبیاء علیہم السلام کا قدم بشریت سے سَرِ مُو باہر گیا؟ ہرگز نہیں الخ

میں کہتا ہوں آں حضور ﷺ کی بشریت یعنے آپ کا حضرت آدم علیہ السلام کے ممتاز فرزندوں میں سے سب سے زیادہ ممتاز تر اور سب سے اعلیٰ ہونے میں کسی نے انکار نہیں کیا اور جس نے نفی کی وہ درحقیقت نفی نہیں کرتا بلکہ اس میں ان لوگوں کے لئے درسِ عبرت ہے جو آپ کا مرتبہٗ علایہ شعوری طور پر معاذ اللہ کم دِکھاتے ہیں۔

دوسر سوال یہ کہ کہ اولیاء اللہ بھی شہداء اور صدیقین وانبیاء کی حیات میں شریک ہیں یا یہ ہے کہ ان کے احکام علٰحیدہ اور جُدا اگانہ ہیں؟ لٰہذا حیاتُ الانبیا کے بعد حیاتُ الاولیاء کا

ذِکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔اس سلسلہ میں حضرت مصنّف ، معارف القرآن میں بطور نتیجہ فرماتے ہیں:

''پس اس حیات میں سے سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں پھر شہداء پھر اور معمول مُردے البتہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اولیاء و صالحین بھی اس فضیلت میں شہدا کے شریک ہیں۔سو مجاہدہ نفس میں مرنے کو بھی معنیً شہادت میں داخل سمجھیں گے اس طور پر کہ وہ بھی شہداء ہوگئے یا یوں کہا جائے کہ آیت میں شہداء کی تخصیص عام قرون کے اعتبار سے ہے،شہداء کے ہم مرتبہ دوسرے لوگ صالحین وصدّیقین کے اعتبار سے نہیں''۔اوراس سے زیادہ واضح لفظوں میں انتھیٰ مافی انباء الا ذکیاءِ فی حیات الانبیاء میں حضرت امام رحمہُ اللہ فرماتے ہیں۔

عفیف الدین ایسامعی الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کشفِ قلوب کے ذریعہ آسمانوں اورزمینوں اور بے شمار نا پیدار کنار ملکوں کو دیکھتے ہیں۔انبیاء کرام کی زیارت سے باریاب ہوتے ہیں کہ وہ اُن کو زندہ دیکھتے ہیں مُردے نہیں ہیں کیوں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ کوان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔حضرت امام یافیؒ مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جن معجزات کا انبیاءِ کرام سے صادر اور ظاہر ہونا ممکن ہے اولیاء اللہ سے بھی ان معجزات کا صدور وظہور ممکن اور درست ہے۔بشیر طیکہ وہ معجزہ پیغمبر سے بطور تحدی و چلینج کے طور پر صادر نہ ہوا ہو تو ایسا معجزہ غیر نبی سے صادر نہیں ہوسکتا (جز خارق عادت امور اولیاء اللہ سے صادر ہوتے ہیں) اورفرماتے ہیں کہ علماء کی تصریحات و

توضیحات اس بارے میں بہت زیادہ ہیں ہم اسی پر کفایت کرتے ہیں۔

اب آپ امام عفیف الدین رحمہ اللہ کی اصلی عبارت ملاحظہ فرمایئے:۔

قال الشیخ عفیفلدین الیافی الاولیاءُ یُرَدُّ علیھم احوال' یشاھلُتَه ملکوتَ السّماواتِ وَالاَضِ و یبصرون الانبیاءَ احیاءً غیرَ امواتٍ کما فظر النبیّ صلیّ اللہ ُعلیه وسلّمه الیٰ موسیٰ یُصلیِّ فی قبرہٖ قال وقد تقوّراَنَّ ما جَازَ لِلاولیاءِ کراماتہً جازللاولیاءِ کراماتہً بشرط عَدُمِ التحدی، قال ولا ینکرُ ذالکُ الاّ جاھلٌ و نصوصُ العُلماءِ فی حیاتِ الانبیاءِ کثیرۃٌ فانکتِفَ بِھٰذ القَدر.

تنبیہ:۔ بعض طلباء مسلۂ حیات اور ہیچوقسم کے مسائل جیسے شیئاً للّٰہ اور مَا اُھِلَّ بہٖ لِغَیر اللّٰہ پر جوشدّت اختیار کر کے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتے ہیں اوران کو کافر بھی بتاتے ہیں یہ اہل حق کے نزدیک مزموم اور نا مناسب طریقہ ہے۔ کیونکہ اگر ایک طرف بعض فقہاو کی ایک رائے اور دوسری طرف مسلّم الشبوت اولیاءِ اُمّت کی دوسری رائے ہوتو ہمیں لا چاہیے کہ ان حضرات کے طریقہ اور مسلک کی رعایت رکھ کر اعتدال کا راستہ اختیار کریں اور اُمّتِ مرحومہ کو تکفیر و تفسیق سے بچائیں۔ کما اشار الیہ صاحُب الطبقات حیثُ یقولُ (وابالله العجبُ من کثیر من الفقھاءِ یُنکِرونَ مَا جمعَ علیہِ الاولیاءُ ویُصَدّقُونَ بِما وصل الیھم عَلیٰ لِسانِ فقیہٍ واحدٍ ورُبمَا یکونُ اِستنادُہُ فی ذٰالک القول الیٰ دلیلٍ ضعیفٍ ماذالکه الاَّ لغلبة لحرمان (ماخوذمن مواھب

السادات)۔

بہر حال اب جبکہ یہ بات مدلائل و براہین ثابت ہوگئی کہ انبیاء کی حیات بعد الممات شہداء کی حیات سے بڑھ کر اور کاملتر ین ہے اور یہ کہ اولیاء اللہ بھی اپنے اپنے درجہ کے مطابق اس حیات میں شریک ہیں بلکہ عام مومنین کو بھی مِن جانب اللہ اس حیات سے ایک خاص بہرہ اور حصّہ وافر حاصل ہے اور یہ بات بھی عیاں ہوئی کہ انبیاء کرام عالمِ برزخ میں بروح وجسد یہ حیات حاصل ہے اور بعض وجوہ واعتبارات سے ان کی برزخی حیات دنیوی حیات سے کاملتر ین اور وسیع پیمانہ پر ہے۔

ان دلائل کی روشنی میں تو ہمارا بنیادی مقدمہ اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ حقیقی انسان یعنی قوّت درّاکہ یا مُدرِکہ یا نفسِ ناطقہ کا شعور مرنے کے بعد بھی علی الاطلاق باقی رہتا ہے اور یہ کہ ارواح جواہر قائمہ بلذات اور مغایر للبدن ہیں اور بدن کے بگڑنے اور اس کے فساد سے روح یا نفسِ ناطقہ پر اُس کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہے خاص کر جبکہ تمام بنی نوع انسان میں سے انبیاء کے نفوس ناطقہ کاملتر ین ہوتے ہیں اور ان میں سے بھی حضرت خاتم المرسلین ﷺ کا نفس قدسیہ اور روحِ انور ﷺ سب سے اتم واکمل ہے اور یہ جسم نازنین بھی اپنی قابلیت میں ممتاز ہے اس لئے نفس مسلہ یعنی مسلہ حیات النبی ﷺ اور حیات الاولیاء اچھی طرح مُبرہن اور عیان ہوا اور یہی تمام صحابہ کرام اور تابعین عِظام کا مسلک اور مذہب ہے اور جو اس کا انکار کرتا اور کہتا ہے کہ آپ کی یا دوسرے انبیاء واولیاء اور شہداء کی قبروں میں کیا دھرا ہے اور انکی حیات کی غلطہ تاویلیں کرتا ہے (یایں ہمہ انبیاء کرام، شہداء عظام اور اولیاء اللہ کی برزخی

حیات کی مکمل کیفیت کا علم حضرت اللہ ہی جانتا ہے۔ عالمِ مادی کا قیاس عالمِ برزخ پر کرنا قیاس مع الفارق ہے باایں ہمہ اہل اللہ اور خاصانِ خدا کو ان کی برزخی زندگی کا مشاہدہ سے اندازہ ہو چکا ہے جسکی تشریحات وتفصیلات اہل اللہ کی کتابوں میں مذکور ومشہور ہیں)۔ **فقد ضلَّ ضلا لاً بعيدًا و خرَّ مِنَ العرش الا علىٰ الىٰ تحتَ الشرىٰ نعوذ با للّٰه منها.**

اسی طرح روح المعانی میں اشارہ کیا گیا ہے۔

ذهب كثيرٌ مِن اهلِ السلف اِلىٰ انها حقيقةٌ باالروح والجسدِ وذهبَ العضُ الىٰ اَنّهار و حا نيّته والمشهورُ ترجمعُ قولِ الا وّل.

اور تفسیر بیضاوی میں ہے، **وفيه دلا لةٌ علىٰ اَنَّ الارواحَ جوا هِرٌ قا ئمةٌ بَاَنّفُسِها مغاير ـةٌ لما يحُسُّ بِهٖ مِنَ البدنِ تبقى بعدالموت درّاكةٌ و عليه جمهو الصّحابة وا لتّا بعين وبهٖ نطقتِ الاٰياتُ والسُّنن وعلىٰ هٰذا فتخصيصُ الشُّهداءِ لاختصاصِهِمُ با لقرب من اللّٰه و مزيد الكوامته** (بیضاوی شریف جلد اول ۱۱۷، مزید مطالعہ کے لئے حاشیہ بیضاوی ۱۱۷ دیکھئے)۔

ترجمہ:۔ اکثر سلف صالحین فرماتے ہیں کہ شہیدوں کی حیات روح الجسد کے ہے اور کچھ صرف روحانی حیات کے قائل ہیں مگر قولِ اوّل راجح ہے اور فرماتے ہیں کہ آیت میں اس پر دلالت ہے کہ ارواح جواہر مجردہ قائم بالذات ہیں بدن کے برعکس ان کی سوچ سمجھ اور شعور واحساس موت کے بعد باقی رہتا ہے۔ یہی جمہور صحابہ وتابعین کا مذہب ہے اور آیات و احادیث سے اس کا پورا ثبوت مِلتا ہے۔ پس آیت میں شہیدوں کی حیات ان کی عظمت و

رِفعت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

(شفاء البشر فی شرح کبریت احمر صفحہ نمبر ۲۱۲ تا ۲۱۸)

☆☆☆

حیات انبیاء کرام علیھم سلام پر سلف وخلف کا اجماع

حیات بعد ازوفات کے بیان میں

’’ما من احدٍ یمرُّ بقبرِ اخیه المومن کان یعرفه فی الدّنیا فیسلمُ علیه الّا عرفه وردّ علیه السّلام .(رواه ابن عبد البر وصححّه‘ ابو محمد عبد الحق وقال صلی الله علیه وآلهٖ وسلّم انَّ المیّت یعرف یعرفُ من یغسله‘ ویحمله‘ ویُدلیهِ فی قبرهٖ۔‘‘

ترجمہ: جوشخص اپنے مومن بھائی کی قبر پر گذرے جس کو وہ مرنے سے پہلے دنیا میں پہچانتا ہےاور پھر وہ اس مردے پر سلام کرے تو وہ مردہ بھی اس کو پہچانتا ہےاوراس کے سلام کا جواب دیتا ہے‘‘۔

اس حدیث کو حافظ عبدالبرؒ نے روایت کیا ہے،اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا۔اسی طرح آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے: کہ تحقیق مردہ اس شخص کو پہچانتا ہے جواس کو غسل دیتا ،اس کو اُٹھاتا اور اسکو قبر میں اُتارتا ہے۔اس حدیثِ مبارک کوامام احمدؒ وغیرہ نے روایت کیا۔

شیخ الاسلام دہلویؒ،شرح بخاری احادیث حیات انبیاءؑ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرامؑ وفات کے بعد قبروں میں حیات حِسی سے آراستہ اوراُن کے اجسام مبارکہ بھی ثابت ہوتے ہیں۔اوران میں تغیراور بوسیدگی

ہرگز نہیں ہوتی، اور وہ حیات، دنیوی حیات کی طرح ہوتی ہے اور غذا سے بھی بے نیاز ہوتے ہیں، اور عالم میں اُن کی قوّتِ نفوذ برقرار ہوتی ہے کیونکہ غذاِ بدنی اسباب عادیہ میں سے ہے جو دنیوی حیات میں شرط ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات پر پوری قدرت رکھتا ہے کہ اُن کو غذا کے بغیر بھی بعد وفات زندہ رکھے اُن کے ابدان میں ایسے اسباب پیدا کرتا ہے جن کی وجہ سے غذا سے بے نیاز بن جاتے ہیں۔(**دیکھو، مدارج النّبوۃ وغیرہ معا افادات علامہ کاندھلوی دیو بندیؒ بعد وفات حیات انبیاء کے بارے میں**)

اور تیسیر القاریؔ میں بعد از وقت موت زندہ اند بحیات دنیوی، بلکہ حیات برزخی اور شاں اقویٰ و اعلیٰ است از حیات دنیویہ بمراتب کہ عقل از تصور آں قاصر است''۔

شرح شفاء میں قاضی صاحب لکھتے ہیں:

''المعتقد المعتمد انّہ' صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلّم حیٌّ فی قبرہٖ کسائرِ الانبیاء فی قبورھم وھم احیآءٌ عند ربّھم وان لارواحھم تعلقًا. بالعالم العلوی والسفلی کما کانوا فی الحال الدنیوی فلھم بحسب القلب عرشیون باعتبار القالب فرشیون واللّٰہ تعالیٰ اعلم بارباب الکمال۔''

ترجمہ: وہ عقیدہ جس پر سلف وخلف کا اعتماد ہے وہ یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، جیسے دوسرے انبیاء کرام علیھم السّلام خدا تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کی ارواحِ طیّبہ کو عالمِ علوی اور عالمِ سفلی دونوں سے تعلق

ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں دونوں عالم سے تعلق قائم تھا، یعنی وفات کے بعد بھی اسی طرح زندہ ہیں دونوں عالم سے تعلق قائم ہے۔ اور قلب کے اعتبار سے عرشی ہیں اور جسم کے اعتبار سے فرشی۔ اللہ تعالیٰ اربابِ کمال کے احوال کو خوب جانتا ہے۔

مُسند اَبی یعلیٰ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

''الانبیاء احیاءٌ فی قبورھم یصلّونَ''

یعنی: ''انبیاء کرامؑ اپنی قبروں میں زندہ اور نماز و نیاز میں مشغول ہیں''

شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اس حدیث کو حسن فرمایا: اور علامہ مناویؒ فیض القدر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ اور علامہ سیوطی مِرقات الصُّعود، حاشیہ سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں:

''حیات انبیاءؑ کے بارے میں احادیث درجہ تواتُر کو پہنچتی ہیں، تواتر کے یہ معنی ہے کہ کسی حدیث کے راویوں کا اس شان سے اتفاق کرنا کہ عقلِ سلیم کے نزدیک اُن سے جھوٹ۔۔۔۔۔۔یا اُن سے سہو کا احتمال۔۔۔۔''

اور حضرت امام سیوطی رحمہ اللہ ''انباء الاذکیا'' حیات انبیاء علیھم السلام کے بارے میں:

''حیات النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلّم فی قبرہٖ ھو وسائر الانبیاء معلومةٌ عندنا علمًا قطعیًا لما قامَ عندنا من الادلةِ فی ذالک وتواترت بہِ الاخبار الدّالةُ علیٰ ذالک''

ترجمہ: ''حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حیاتِ مبارکہ اپنی قبرِ مُطہّر

میں علم قطعی اور یقینی سے معلوم ہے اس لئے کہ حیات انبیاء قوی دلیلوں سے ثابت ہے اور احادیثِ متواترہ اس پر شاہد ہیں۔''

نوٹ: حضرت محدث کاندھلوی دیوبندی اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس حدیث سے فقط انبیاء کرامؑ کی حیات بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ بتلانا ہے کہ جس طرح انبیاء کرام **علیھم السّلام** اس زندگی میں مشغول عبادت تھے۔ اسی طرح اِس حیاتِ برزخیہ میں بھی مشغول عبادت ہیں۔ کیونکہ مطابق قواعد بلاغت کلام میں آخری قید مقصودِ کلام ہوتی ہے۔ لہٰذا ''**الانبیاء احیاءٌ فی قبورھم یُصلّون** ''مقصودِ کلام نماز وعبادت قبر میں ادا کرنا ہے۔ لہٰذا یُصلّون سے پہلے حیات کا ذکر صرف تمہید کے لئے ہے۔ اور مقصود یہ ہے کہ انبیاء کرامؑ کے اجسام مُطہّرہ اگرچہ ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہو گئے، لیکن وہی اجسام حسب سابق مشغولِ عبادت ہیں اور اعمالِ حیات اور اشغالِ زندگی بدستور جاری ہیں۔ اور اعمال واشغال میں نماز کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ ایمان کے بعد نماز کا درجہ ہے اور نماز انبیاء کرامؑ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے (الاعتقاد، **دسمبر ۱۹۸۵ء**)

(نوٹ: امیر شریعت حضرت علامہ ومولانا سید محمد قاسم شاہ صاحب بخاری رحمت اللہ علیہ نے مسلہ حیات النبی ﷺ اور حیات اولیاءِ کرام رحیمھم اللہ پر مذید اپنی کئی تصنیفات وتالیفات میں بہت سارے ابحاث لائے ہیں جن میں سے مندرجہ ذیل چند ابحاث کو شامل کرنا ضروری سمجھتا ہوں)۔

حضرت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی اکرمؐ نے فرمایا

''اِنَّ اللّٰہِ مَلائِکَۃً سَیَّا حِیْنَ فِی الْاَرضِ یُبلّغِوُنی مِنْ اُمَّتِیْ السَلامَ'' (نسائی و دارمی)

ترجمہ'' کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے ایسے فرشتے ہیں جو زمین پر پھرتے ہیں اور جو میرے اُمتیوں کا درود سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔'' گویا انکے زمین پر گشت کرنے اور پھرنے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ میرے جن اُمتیوں کو مجھ پر درود و سلام پڑھتے ہوئے سُنتے ہیں وہ فرشتے اُن کا درود سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔ مقدم الذکر اصلی حدیث مشکوٰت شریف میں بھی ہے:۔ اِسی طرح امام ابوداؤداور امام بیہقیؒ دعوات کبیر میں یہ حدیث لے آئے ہیں۔'' عن ابی ھریرتہؓ قَالَ :قَالَ رسول اللّٰہؐ مَا مِن احدٍ یُسلّمُ عَلَیَّ اِلّا رَدَّاللّٰہُ عَلَیَّ رُوحِیْ حَتّٰی اُرُدَّ عَلیہِ السَّلامہَ۔''

ترجمہ'' حضرت ابو ہریرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ آنخضرت ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان میرے اُوپر درود و سلام نہیں بھیجتا مگر یہ اللہ تعالیٰ میری روحِ انور میرے اُوپر واپس بھیجتا ہے یہاں تک کہ میں اسکے سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

حضرت مولنا عبدالحق صاحب محدّث دہلویؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ آنخضور ﷺ کی رُوحِ انور بدن مبارک سے جُدا ہونے کے بعد پھر جسم اطہر کی طرف لَٹتی ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنخضور ﷺ عالم برزخ میں فرشتوں کے ارد گرد ربّ العزت جل ذکرہ کے مشاہدہ میں مشغول و مستغرق ہوتے ہیں جیسا کہ آپؐ دُنیا میں حالت وحی اور دوسرے احوال میں مشاہدہ باری تعالیٰ میں پورا انہاک رکھتے تھے پس اس جمال جہاں آراء کے مشاہدہ اور اسمیں استغراق کے بعد رُوحِ انور کی

واپسی سے تعبیر فرمایا ہے جسکا مطلب ہی یہ ہے کہ آنحضورا کی مقدس حیات برزخی میں کوئی کمی نہیں، بلکہ بعض اعتبارات سے دنیوی حیات طیبہ سے بھی اعلیٰ واکمل ہے۔ اسی نکتہ کے پیشِ نظر حضرت مصنّف قدس سرہ نے فرمایا کہ آنجناب ﷺ پر ہماری طرف سے ایسا درود نازل فرما جو آپ ﷺ پر پیش کئے جانے کے قابل اور مقبول بارگاہ نبوی ﷺ ہو۔

پس درود خان پورے ادب و احترام اور کمالِ خضوو خشوح سے آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجا کریں۔۔۔اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَنْ صَلّٰی اعلّٰ عندقبری سَمعتہُ وَمن صلیّٰ اعلیّٰ فائیاً اُبلِغتہُ'' (بیہقی فی شعب الایمان)۔ کہ جو کوئی مسلمان میرے اور میری قبر انور ﷺ کے نزدیک درود پڑھے وہ میں بِلا واسط سُنتا ہوں اور جو کوئی مجھ پر دور سے بھیجے وہ مجھ تک (بذریعہ ملائِکہ) پہنچایا جاتا ہے یعنی فرشتے دور سے پڑھنے والے کے درود شریف کا اہتمام فرماتے ہیں۔ یہ کوئی معمولی سعادت نہیں ہے۔ اس لئے احادیث مافی الباب بھی مختلف الفاظ میں وارد ہیں اس سلسلہ میں دلائل الخیرات و دیگر کتابیں ملاحظ کریں۔ اسی بنا پر حضرت مصنّفؒ نے ایسا لفظ استعمال فرمایا ہے جو تمام حدیثوں پر حاوی اور شامل ہوسکتا ہے۔ بہر حال درود پڑھنے والا اتنا اہتمام کرے کہ گویا وہ بارگاہ نبوت ﷺ کے سامنے ہے اور بوقت دُعا اوّل و آخر میں آپ ﷺ پر درود شریف پڑھا کرے۔''

(بحوالہ تریاقِ اکبر فی حاشیہ کبریت احمر صفحہ نمبر ۹۲ تا ۹۵)

☆☆☆

حاضِر وناظر پرایک مفصل بحث

الف) نماز میں حضور علیہ سلام کی ذات مقدسہ کا تصور کرنا عشق ومحبت اور انجلائے قلب کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مومنین کو آنحضور صلیّ اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ اقدس پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا جیسا کہ فرمایا صَلّوُا عَلَیہِ وَسَلِموُ اتَسلیماً کہ آپ پر درودو سلام بھیجا کرو۔اس لئے حضرت مصنّف رَضِی اللہُ عَنہُ نے اس جُملہ میں درود کے ساتھ سلام بھی مقردن کیا اور کمال یہ ہے کہ شانِ محّمدی صَلیّ اللہُ عَلَیہِ وَسلّ م ملحوظ رکھ کر اللہ تعالیٰ سے ایسے تحّیات وتسلیمات کی درخواست کی جو دوسری تحّیات وتسلیمات کے مقابلہ میں فضل وفریادرسی میں نہایت پا کیزہ عُمدہ اور زوداثر ہوں۔ کیونکہ تحیّۃ اس سلام کو کہتے ہیں جو بادشاہوں اور تاجداروں کو کیا جاتا ہے۔ چونکہ آنحضور ﷺ پیغمبر ہی نہیں بلکہ پیغمبروں کے بادشاہ اور سردار ہیں۔اس لئے بجائے سلام لفظِ تَحیّاتک استعمال کیا۔اس قسم کے الفاظِ مُتناسبہ اور کلمات مُتناسقہ کا خیال رکھنا اُسی شخص اور صاحب کا کام ہے جو ظاہری اور معنوی کمالات کے ساتھ حضرت نبی کریم ﷺ کی عظمت سے آگاہ اور معمور ومنوّر ہو اور کمالِ ادب وایمان اسی میں ہے کہ جو کلمات والفاظ آپکی ذاتِ اقدس ﷺ کی طرف منسوب کئے جائیں انہیں باقی کلمات اور الفاظ پر مَزیّت وفضیلت ہو اور ہم لوگ ان باریک باتوں کو کیا جانیں، ان باتوں کا قدردان اور مزشناس وہی ہوسکتا ہے جس کا دِل و

دماغ حُبِّ نبیؐ سے آراستہ اور پیراستہ ہو۔

محّمد بادشاہِ دُنیا و دین امام مُرسلین ختمِ النّبیّن

واضح رہے کہ یہ فقرہ بھی مختلف شکلوں اور مُتنوّع قالبوں میں احادیث مُبارک میں مذکور ومزبور ہے اور معنیٰ کے اعتبار سے یہ جُملہ نہایت اعلیٰ اور زرین ہے۔اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ لفظ تحیّات نماز کے تشہّدُ میں بھی متعیّن اور مقرر کیا گیا ہے۔وجہ وہی ہے جس کی طرف ہم نے سطور متقدمہ میں اشارہ کیا ہے۔احادِیث مرفوعہ میں اس کے متعدّ د صیغے وارد ہیں اُنمیں سے ایک طریقہ یہ ہے:۔

اَتّحِیّا تُ الطَّیِّبَاتُ الصَّلوٰۃُ الذّا کِیَاتُ اللّٰہِ اَشھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وھُدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدً رَسُولُہٗ وَ رَسُولَہ اَسَّلامُ عَلیکَ ایُھَا انَّبِیَّ وَرَحُمَتُہ اللّٰہِ وَ بَرَکَاۃٗ اَسَّلامُ عَلینا وَ عَلیٰ عِبَادِ اللّٰہ الصَّالِحِین

ترجمہ:"تمام عباداتِ قولیہ،عباداتِ مالیہ،عباداتِ بدنیہ اور تمام پاکیزگیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں کہ اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ معبود حقیقی صِرف حضرت اللہ ہے۔اُس کا کوئی شریک نہیں بے شک حضرت محمّد ﷺ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور اُسکے فرستادہ خصوصی ہیں۔اے نبیؐ! آپ پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں،ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔"

دوسری حدیث میں درود کلمات اس طرح آئے ہیں:اَتّحِیّاَ تُ الطَّیِبَّا تُ اَلصّلَوَ اتُ الذَّا کِیَاتُ لِلّٰہِ.

مختصر یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں اَکَـذّاکِیَاتُ، اَلتَّـحِیَّاتُ کی صفت ہے۔ پس حضرت مصنف نے اسی زَاکِیـات کے اصلی حروف کو اسمِ تفضیل کے سانچے میں ڈالکر لفظِ اَزۡکیٰ کی اضافت تَحِیَّات کی طرف فرمائی۔ پس یہ اِضَافتـهُ الـصّفَةِ اِلیٰ المَوۡصـوُفِ هـے اور اصلی فقرہ کا معنیٰ حدیث مرفوع میں موجود ہے اور اُنہیں الفاظ مبارکہ کو بطورِ درخواست بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا تا کہ مقامِ دُعائیں زود اثر ثابت ہوں۔

اب آپ حضرتِ مُصنّف رَضِیَ اللهُ عَنهُ کی اعلیٰ ادبیت ملاحظ فرمائیے کہ سابقہ تین جُملے کِس قدر باہم مربُوط اور انکے الفاظ ایک دوسرے سے کتنے زیادہ متناسِق اور مُناسب ہیں ملاحظ ہو:

اَفۡضَلَ ، اَنمیٰ ، اَزۡکیٰ پھر صَلوَات، بَرکات، تَحِیَّات اور عَدًا، سَرۡمَدًا، مَدَدًا کے باہمی ارتباط اور حسن تعلق پر آپ بھی غور کیجئے۔ چونکہ اَتّحِیَّاتُ الطَّیِّبَاتُ الصَّلوٰةُ الذَّاکِیَاتُ کا ضمناً تذکرہ آیا ہے اس لئے بِمقضاءِ اَلشّئُ یُذکَرُ بِالشّئِ کہ ایک چیز کا ذکر دوسری چیز کی مناسبت سے کیا جاتا ہے۔

ب)۔ تشہد میں حضور علیہ سلام پر عرضِ سلام کا طریقہ

اَلتَّشهُّـــد کے متعلق حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ کی احیاء العلوم الدین جلد اول صفحہ ۱۵۱ کی درج ذیل عبارت یاد آئی فرماتے ہیں:

”وَاَمّا التَّشهـُّدُ فـاذا جَلـسـتَ لهُ فاَجُلِس مُتئادِّباً وَصَرّح بِانَّ جمیعَ مـاتُـدلی بـهِ مِنالصَّلواتِ وَالطَّیبَاتِ ای من الاخلاق الطّاهرةِلِلّٰهِ وَکَذالکَ

الـمُـلکُ لـلّٰـه وهو معنى التَّحيَّاتُ وَاَحُضِرفي قَلبِکَ النَّبِی صلى الله تعالى عـليـه وَسـلـم وشَـخـصـهُ الـكريم وقُل سَلامٌ عليکَ ايُّهَاالنَّبِیُّ ورحمةُ اللّٰهِ وبَـر كَاةُ وليصدق اَملکَ فی اَنَّهُ يُبَلِغهُ وَيَرَدُّ عَلَيکَ ماهُو اَونٰی مِنهُ ثُمَّ تئامَّل اَنُ يَـرُدَّ اللّٰهُ سُبحَانهُ عَلَيکَ سَلاماً وَافياً بعددِ عبادِهِ الصَّالحين (مکمل عبارت دیکھنے کے لئے احیاء العلوم کا مطالع کریں)۔

ترجمہ، ''پس جبکہ تم تشہد کے لئے بیٹھو تو ادب سے بیٹھو اور تصریح کرو کہ جتنی چیزیں تقرب کی ہیں خواہ صلوات ہوں یا طیّبات یعنی اخلاقِ طاہرہ سب اللہ کے لئے ہیں اور اسی طرح ملک خدا کے لئے ہے اور یہی معنٰی التّحیات کے ہیں اور نبی مکرم ﷺ کے وجودِ باجود کو اپنے دل میں حاضر کرو اور کہو سَـلامٌ عـليکَ ايُّهَـاالنَّبِیُّ ورحمةُ اللّٰهِ وبَركَاةُ۔اے نبی ﷺ! آپ پر سلام، خدا کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں اور اپنے دل میں سچی آرزو کرو کہ یہ سلام ان کو پہنچے گا اور تم کو اس کا جواب تمہارے سلام کی نسبت کا مِلتزم عنایت فرمائیں گے۔ پھر تم اپنے اوپر اور اللہ تعالیٰ کے سب نیک بندوں پر سلام کہو اور یہ توقع رکھو کہ خدا تعالیٰ تم کو اس سلام کے جواب میں بقدر شمار نیک نیک بندوں کے پورے سلام مرحمت فرمائے گا۔ پھر خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر سہادت دو اور خدا تعالیٰ کے عہد کو شہادت کے دونوں جملے پڑھ کرنیا کرو۔ الخ

تنبیہ: حضرت امام محمّد غزالی رحمہُ اللہ کی اس تصریح سے آپکو اس بات کا خوب

اندازہ ہوا ہوگا دل میں احترام رسالت پناہ کِتنا بے شمار و بے پناہ ہونا چاہیئے حتیٰ کہ آپ سلام بھیجنے سے پہلے اپنے دل میں حضرت سیّد المرسلین ﷺ کا تصوّر اور یہ یقین رکھیں کہ آپ میرے سلام کے بدلے کاملترین سلام سے جواب مرحمت فرمائیں گے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ شافعی المسلک تھے بایں علم و فضل عشقِ نبی ﷺ سے سرشار اور معمور ہیں حیف وقت کے اجتہاد ماٰبوں پر جو درودِ حضور پڑھنے سے محض اس لئے منع کرتے ہیں کہ اس میں کافِ خطاب ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارحَمُ حا لَنَا.

افسوس تو اس بات پر ہے کہ نماز میں بہت سی غلط چیزوں کا تصّور اور خیال آتا ہے مگر وہ حرام نہیں کہ انکی نماز پھر بھی ٹھیک ہوتی ہے۔ اور گناہ یہ ہے کہ آنحضور اکا تصُّور اَیُھَا النَبیُّ ہوئے کیوں آئے بیچارے جانتے ہی نہیں ہیں کہ ۔

جُملہ ذرات جہاں را در سجود　　　　در نگر تا بنی از عین شہود

ہاں حضرت نبی ﷺ کا دل میں تصُّور آنا اور آپکی ذاتِ مُقدّسہ کا تصور کرنا، آپ کی عِشق و محبت اور انجلائے قلب کی بہت بڑی دلیل ہے۔ جیسے ایک شاعر نے اس معنی میں یہ دو شعر فرمائے۔

ا. لَستُ مِنُ جُملَۃِ المحُبّینَ اِنُ لَمہ　　　اَجعَلِ القَلبَ بَیتَہ، وَ مقا ماً

۲. و طوافی اِجالَتہُ السّرِّ فِیہٖ　　　　و ھو رَ کنُ اذا اردتُ اِستلاما

(درحقیقت متعین اور ناجائز بتانے والے حضور، ذہنی اور حضور خارجی میں فرق کرنے سے قاصر اور عاجز ہیں۔ اس شاعر پر اللہ تعالیٰ رحم کرے ہیں جس نے ان دونوں میں خوب فرق کر کے کہا کہ میرا شمار سچّے عاشقوں میں نہیں ہے کہ اگر میں

اپنا دل محبوب کی جگہ اور آرام گاہ نہ بناؤں میرا کام ہی یہ ہے کہ اس کے اسرار و معارف کے ارد گرد گھومنا وہی محبوب میرا رکن ایمان جبکہ میں اُسکی چوکھٹ کے بوسہ دینے کا ارادہ کروں)۔

اصل میں یہ بات یہ ہے کہ عربی میں کاف خطاب کے لئے مخاطب کا وجود خارجی کے ساتھ حاضر ہونا شرط نہیں جیسا کہ قرآنی آیات پر غور کرنے سے معمولی طالب علم کو بھی اس کا عِلم ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم عَلَیہِ السَّلام کو یہ حُکم دیا کہ وَاذِّن فِی النَّاس بلحج یا تُوکَ رِجَالاً وَعَلیٰ کُلِّ ضَامِرٍ یَا تِینَ مِنْ کُلِّ فَجٍ عَمِیُقٍ الخ

(ترجمہ) ''اور ابراھیم علیہ السلام سے یہ بھی کہا گیا کہ لوگوں میں حج کے فرض ہونے کا اعلان کرو جس سے لوگ تمہارے پاس حج کرنے کے لئے چلے آئیں گے پیادہ بھی اور جو اونٹنیاں سفر سے سخت دُبلی ہونگی اور جو دور دراز راستہ سے پہنچ جائیں گی۔''

اس حکم کی تعمیل میں مُطابق حدیث حضرت ابراہیم ایک روایت کے مُطابق کوہِ ابو قبیس پر اور دوسری روایت کے مُطابق مقام ابراہیم پر چڑھے اور اپنے گوشہائے مُبارکہ میں اپنی دو انگشت سبابہ داخل فرمائیں اور اپنے دائیں بائیں شرق وغرب کی طرف توجہ فرما کر یوں آواز دیتے ہیں: اَیُّھَا النَّاسُ اَلا اَنَّ رَبَّکُم قَدْ بَنیٰ بَیْتاً وَ کَتَبَ عَلیکُم الحجُّ الیٰ البَیْتِ العَتیقِ فَا جِیُبوا ربَّکم وحُجوَّ ا بیتہُ الحرام لِیُثیبَکم بِهِ الجَنَّته وَ یُحجیرَ کُمه مِنَ النَّا رِ فَسَمِعَهُ اَھلُ ما بینَ السّماءِ والا رضِ فَمَا بَقیَ شَیٌ سَمِعَ صَوتَه' اِلاّ اَقبَلُ لَبّیکَ اَللّٰھُمہّ لَبّیکَ فَاوَّلُ مَن اَجابَ اَھلُ الیَمَنِ فَھُم اَکثُ النَّاسِ حَجّاً وَ مِنْ ثمته جآءَ فی الحَدیث اَلایمَانُ یَما نٌ'' (ماخوذ من

تفسیر روحُ البیان)

اس عبارت کا حاصلِ ترجمہ: ''سیدّ نا حضرت ابراہیم علیہ السّلام آواز دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے لوگو بیشک تمارے لئے تمارے پروردگار نے ایک گھر (کعبہ شریف) بنایا اوراس نے تم پر کعبۂ شریف کا حج کرنا فرض کرلیا تو تُم اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل کرواور اس کے گھر کا حج کرو، وہ تمہیں اس کے عوض جنّت دیگا اور جہنّم سے بچائیگا۔ احادیث میں آیا ہے کہ یہ آواز اھلُ السمٰوات و الارض نے سُنی پس جس کے کانوں تک یہ آواز پُہنچی تو وہ اسکی طرف متوجہّ ہوکر لَبَّیک اَللّٰھُمَّ لَبَّیک پڑھتاہُوا آیا سب سے پہلے یمن والوں نے حضرت ابراھیم کی آواز کی اجابت کی اس لئے وہ سب سے زیادہ حج کرتے ہیں اور حدیثِ شریف میں آیاہے کہ کمالِ ایمان تو یمن والوں کا ہے''۔ الخ

حضرت ابراہیمؑ کی اِس آواز میں پہلی نِدا اَیُّھَا النَّاسُ آئی ہے۔ پھر رَبّکُم، کتب علیکُم، اَجِیبُو رَبَّکُم، وَحُجُّوا، لِیُثِیبَکُمُ ویُحجِرَکُمُ، اتنے خطابات ہیں لوگوں کی طرف حالانکہ ان کے سامنے ظاہری اور وجود خارجی میں کوئی بھی ایک موجود نہ تھا۔ تو معلوم ہوا کافِ خطاب کے لئے مخاطب کا وجود خارجی کے ساتھ موجود ہونا ضروری نہیں۔ حضور ذہنی کافی ہے۔ اس قسم کی ہم بہت سی مثالیں دیتے لیکن اس مختصر شرح میں اسکی گنجائش نہیں۔ ہاں دور تک آواز پہنچانا اراس پر اثرِ مرتّب کا ظاہر ہونا سب باقدار اللہ وعمیم لُطفہِ سے ہے۔ وہی پروردگار نزدیک کو دور اور دور کو نزدیک بنا سکتا ہے۔ یہ حکم عام ہے اس میں نبی اور غیر نبی کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ کَمَا لاَ یَخفیٰ عَلیٰ مَنُ لَہٗ اَدُنیٰ تَئامُّلٍ.

بہر حال اب ہم ان تینوں جملوں کو صاحِب دلائل الخیرات حضرت ابو عبداللہ محمّد بن سلیمان الجزولی المتوفی ۸۷۵ ہجری کے اس جُملہ دُعائیہ پر ختم کرتے ہیں واضح رہے کہ دلائل الخیرات کی تمام دُعائیں احادیث سے ثابت ہیں حضرت مُصّنفؒ نے اختصار کے لئے ان کی سندیں حذف کی ہیں۔ دُعا یہ ہے۔

''اَللّٰھُمَ اجعَلُ فَضَائِلَ صَلَوَاتِکَ وَشَرِیفَ زَکوٰتِکَ وَنوَامِیَ بَرَکَاتِکَ وَعَوَاطِفَ رَافَتِکَ وَرَحمَتِکَ وَتھَّیِتکَ وَفَضَائِلَ اٰلائِکَ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَّمدٍ سَیِّدِالمُرسَلِینَ وَرَسُولَ رَبّ العٰلمِینَ قَائِدِالخَیرِ وَفَاتِحِ البِرّ وَنَبِیِ الرَحمَۃِ وَسَیِدِالاُمَّتہ''۔

ترجمہ: ''اے خدا! اپنے بہترین درود اور اپنے معزّز اور پاکترین رحمتیں اور اپنی بڑھنی والی برکتیں اور اپنی مہربانی اور رحمت کے میلانات واسباب اور اپنے عُمدہ سلام اور بزرگترین نعمتیں ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر جو تمام پیغمبروں کے سردار اور ربُّ العالمین کے فرستادۂ خاص ہیں، نیکیوں کیطرف دعوت دینے والے، نیکیوں کا دروازہ کھولنے والے، رحمت کے پیغمبر اور ساری اُمّت کے سردار ہیں نازل فرما۔

(شفاءُ البشر فی شرحِ کبریتِ احمر صفحہ نمبر ۸۶ تا ۹۳)

☆☆☆

درودِ حضور ﷺ

وادی کشمیر کے عالم، مفسر قرآن وسابقہ صدر انجمن تبلیغ الاسلام جموں وکشمیر حضرت علامہ ومولٰینا سید محمد قاسم شاہ بخاریؒ نے اپنی کتاب ''فضائلِ درود وسلام'' کے صفحہ نمبر ۷۸ تا ۸۳ میں درودِ حضور پر کئے گئے ابحاث درج فرمائے ہیں۔

سوال:۔ کیا درود حضور ﷺ پڑھنا جائز ہے؟ جبکہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ محمود گامی (کشمیری شاعرِ حقیقی) نے پڑھا ہے۔ جواب مفصل دیجئے۔

الجواب:۔ ہاں عشق ومحبت اور والہانہ عقیدت کے ساتھ، کمال ادب واحتیاط سے درودِ حضور ﷺ پڑھنا جائز اور دُرست ہے۔ رہا یہ امر کہ اس میں کافِ خطاب ہے اور خطاب کے لئے مخاطب کا حاضر ہونا ضروری ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ یہ سوال: ''السلام علیک ایھا النبی و رحمته الله و بر کاته'' میں بھی ہوسکتا ہے۔ تو پھر وہاں بھی ''عَلَیْکَ'' چھوڑ دینا چاہئے۔ حالانکہ اس کے چھوڑنے کا حکم کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ اور جو کہتے ہیں کہ یہاں حکایتًا: ''عن لیلة المعراج'' پڑھتے ہیں تو ایسے لوگ قیامت تک اس کا ثبوت پیش نہیں کرسکتے ہیں۔ بلکہ یہ طریق انشاء پڑھتے ہیں، اور نہ بطریق اخبار۔۔۔

اور رہا یہ امر پھر کافِ خطاب کا کیا معنیٰ ہے؟ جواب:۔ حضور ﷺ ذہنی وقلبی اس کے لئے کافی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے عرض کیا ہے۔ علاوہ ازیں اہل عرب کافِ خطاب کو تخیُلاً جگہ جگہ مخاطب کو سامنے سمجھ کر اس کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے استعمال کرتے

ہیں۔ ہزاروں اشعار عرب اس پر گواہ ہیں۔ اور یہ کہنا کہ یہ محمود گامیؒ نے پڑھا ہے۔ تو شکر ہے کہ وہ مسلمان تھے، نیک تھے، طالب علم تھے۔ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ'' میں داخل ہیں کہ ان کی پیروی کرو جنہوں نے میری طرف رجوع کیا ہے۔ (لقمانؔ)

مزید امیر شریعت بخاری صاحبؒ نے اس سے آگے حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ یوں درج فرمایا ہے، کہ:۔

آنحضور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد ایک دن حضرت عمر فاروقؓ کو آپ ﷺ یاد آگئے۔ تو فرمانے لگے: ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی شان عظمت کتنی اونچی ہے کہ آپ ﷺ ستون کے ساتھ سہارا لیکر خطبہ فرماتے تھے ﷺ۔

جب اسلام ہلکہ بگوشوں کی تعداد بڑھ گئی تو رسالت معاب ﷺ کے لئے ممبر بنایا گیا تو وہ ستون اُستن حنانہ اس جدائی پر رو پڑا۔ ہم تو زیادہ حقدار و سزاوار ہیں کہ آپ ﷺ کی فرقت و جدائی پر روئیں۔ پھر پڑھنے لگے۔ ''صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ بِاَبِيْ اَنْتَ وَ اُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللّٰه''۔ حضرت پیغمبر اکرم جناب محمد ﷺ کی عظمت اتنی زیادہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے کلامِ پاک میں فرماتا ہے: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰه۔ یعنے: ''جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔''

اور اگر حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ السلام کیلئے تخت تھا جو صبح کے وقت ایک ماہ کی مسافت اور شام کے وقت ایک مہینہ بھر کی مسافت طے کر پاتا۔ تو ہمارے پیغمبر رحمت ﷺ کے کمال کیا کہنے۔ کہ حضرت سید المرسلین حبیبِ خدا جناب محمد رَسُول اللہ ﷺ نے شبانہ

سات آسمانوں کی سیر فرمائی، اور پھر فجر کی نماز مکہ شریف میں ادا کی۔''

اس کے بعد حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: ''صَلّی اللّٰہُ عَلَیْکَ بِابِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ'' اللہ کی رحمتیں آپ ﷺ پر نازل ہوں اور میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان''۔ کہتے ہیں کہ بایں عظمت آپ ﷺ کے تواضع اور نرمی کے کیا کہنے کہ، کملی والے حبیب خدا ﷺ اُون کا لباس زیب تن فرماتے تھے، دراز گوش پر سوار ہوتے تھے، کھانا تناول فرمانے کے بعد انگشت ہائے مقدسہ ﷺ کو چاٹتے تھے صَلّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمْ بِابِیْ اَنْتَ وَاُمِّی یَا رَسُوْلَ اللّٰہ کہتا۔

بہر حال اس طویل واقعہ میں جس سے ہم نے چند سطروں کا ترجمہ نقل کیا ہے یہ تین مرتبہ درودِ حضور ﷺ نقل کیا گیا ہے۔ اور اس کو نقل کرنے والے امام غزالیؒ جیسے عالم اور درودِ حضور پڑھنے والے عمر فاروقؓ ہیں۔ جن کے بارے میں آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''اِنَّ اللّٰہَ یَنْطِقُ بِلِسَانِ عُمَرَ'' یعنی اللہ نے حضرت عمرؓ کو نطق حق (حق گوئی کا شرف بخشا ہے)۔ تو کیا آپ نے حضرت فاروق اعظم کی بھی نعوذ باللہ ہجو کرو گے۔ لوگو! علم وادب اور احترام سلف کے باقی نہ رہنے پر جتنا تعجب کرنا چاہو تو کرو۔

نوٹ:۔ (درود حضور پر مزید تحقیق و دلائل کے لئے حضرت علامہ ومولٰینا سید محمد قاسم شاہ بخاریؒ کی کتاب ''فضائلِ درود وسلام'' کے صفحہ نمبر ۸۲ تا آخر مطالعہ کریں۔)

☆☆☆

خاصان حق کا وسیلہ جائیز ھے۔

سوال: کیا بارگاہِ الٰہی میں زندوں یا مردوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے؟

غلام قادر صفا کدل سری نگر

جواب: ہاں! جناب بارگاہِ الٰہی میں مردانِ حق پرستوں کو خواہ وہ زندہ اس دنیا میں ہوں یا دُنیا سے رخصت ہوئے ہوں وسیلہ لانا جائز ہے۔ مولٰنا مرحوم عبدالحیؒ صاحب نے اس کے جواز پر آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ''[1] سے استدلال کیا ہے۔ اور دوسرے اکابر امت رحمھم اللہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی اس دعا سے اس کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ **''اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا، وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ فَیُسْقَوْنَ ۔۔۔''**[2] سے استدلال کیا ہے۔ **اُنظر کُتَبَ القومِ ولا تُکن من الجاھلین۔**

(الاعتقاد، اگست ۱۹۸۹ء)

۱: (سورۃ المآئدہ آیت: ۳۵)

۲: اَنَّ عُمَرَ بْنِ الْخَطَابِؓ کَانَ اِذَا قَحطُوا اسْتَسْقٰی بِالْعَبَاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا، وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ

بِـعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا ،قَالَ فَيُسْقَوْنَ. (بخاری، الصحیح، کتاب الاستسقاء، باب **سُؤَال النَّاسِ الامام الاستسقاء اذا قحطوا**)

☆☆☆

شیئاً للہ

سوال: شیئاً للہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں جبکہ کئی لوگ اس کی ممانعت کرتے ہیں؟

جواب: ہاں مشائخ طریقت اور بعض اصحاب حال اہل طریقت مفتیان دین جیسے صاحب فتاویٰ رملیہ وغیرہ کے نزدیک جائز ہے البتہ پہلے باقاعدہ مشائخ طریقت سے اسکی اجازت حاصل کرلینی چاہیے اور اشیاء کا خالق اور حقیقی مستعان یہ اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھنا چاہیے اور اس کلمہ کا معنی اور مطلب بھی اچھی طرح سمجھنا چاہیے اور نسبتِ حقیقی اور نسبتِ مجازی میں فرق کرنے کا سلیقہ ہونا چاہیے۔ یہ مسئلہ ہمیشہ سے علماء دین کے درمیان محلِ بحث رہا ہے اسلئے اس کی خالص علمی یا روحانی مسئلہ میں عوام مسلمین کو الجھانا نہیں چاہیے۔ افسوس ہے کہ مسلمان اب تک یہ نہ سمجھے کہ باہمی اختلافات ہی نے ان کو قعر مذلت میں پہنچایا۔ داڑھی منڈھوں، سود خوروں، شرابیوں، بے نمازیوں اور تارکین زکوٰۃ وحج کے متعلق استفتاء نہیں اور اگر استفتاء واستفسار ہے تو مسئلہ شیئاً للہ کے متعلق ہے جو ہماری رسائی اور علم سے بالا ہے اور عارفین واولیاء ہی اس کی حقیقت بتا سکتے ہیں۔

(الاعتقاد ماہ اکتوبر ۱۹۸۸)

رہنمونش شیخ نجم الدّین کبریٰ نیز بود
زاں در اسرارِ حقیقت عالمِ اکبر شد است

کَانَ نَجمُ الدِّینِ کُبریٰ مُرشِدًا اَیضًا لَه‘
وَبِہٖ فِیْ بَحرِ اَسرَارِ الْحَقِیْقَةِ اَسبَرَا

ترجمہ: حضرت شیخ نجم الدّین کُبریٰ رحمہ اللہ نے بھی عالمِ مکاشفہ میں آپؒ کی

رہنمائی فرمائی ہے۔ اس لئے آنجناب (محبوب العالمؒ) معرفت وحقیقت کے اَسرار کی تہہ اور گہرائی تک بہت زیادہ غوّاص اور واصل ہوئے ہیں۔

التحقیق:

اَسْبَر ، اسم تفضیل، المنجد میں سَبَرَ ( ) سبرً او اَسْبَرَ او استبر الجوع او البسیر او الماء زخم یا کنویں یا پانی کی گہرائی کا پتہ لگانا۔ جانچ کرنا الاَسْبرَ، تجربہ کرنا لکھا گیا ہے۔

خلاصہ شعر یہ ہے کہ حضرت خاکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ نجمُ الدّین کُبریٰ رحمہ اللہ نے بھی عالمِ مکاشفہ اور خواب میں حضرت محبوب العالمؒ کی رہبری و رہنمائی فرمائی ہے اور طریقت کے رموز و اَسرار و معارف سرآپکو روشناس اور آگاہ کیا۔ اس لئے آنجناب (حضرت محبوب العالمؒ) آپ کی اس روحانی رہنمائی و رہبری سے بہت بڑے عالم اور علمِ طریقت کے غوّاص بن گئے او معرفت کے سمندر کی گہرائی کی تہہ تک پہنچ گئے. ذالک فضل الله یو تیه من یشآءُ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی ہے، جسے چاہتے ہیں اس کو عطا فرماتے ہیں۔

واضح رہے کہ حضرت شیخ نجمُ الدّین کُبریٰ رحمہ اللہ بسلسلہ عالیہ کُبرویہ کے بانی یا اس برگزیدہ سِلسلہ کے بڑے بزرگوار ہیں۔ حضرت سیدنا میر سیّد علی ہمدانی رحمہ اللہ اسی برگزیدہ سلسلہ سے وابستہ اور خاص تعلق رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت شیخ نجم الدین کُبریٰ اور حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ کے درمیان تین سو سال سے زیادہ زمانہ کا فاصلہ ہے تو پھر حضرت خاکی رحمہ اللہ کے اس شعر کا کیا مقصد ہے کہ آپ کو حضرت نجم الدین کبریٰ نے

تربیت فرمائی ہے؟ اس سوال کا جواب نہایت آسان ہے کہ جس کی طرف ہم نے ترجمہ میں اشارہ کیا ہے کہ آپ کی تربیت و رہنمائی روحانی اور عالمِ مکاشفہ میں تھی جیسا کہ خود حضرت محبوبُ العالمؒ فرماتے ہیں کہ جب میں عنفوانِ شباب اور بے ریش تھا حالتِ مُکاشفہ میں بزرگوں کی ایک جماعت دیکھی جن میں سے ایک صاحب سفید ریش اور پُر شکوہ و پُر جلال تھے۔ وہ میرے پاس آئے اور بات چیت علیک سلیک ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک صاحب نے فرمایا کہ یہ حضرت نجم الدین کُبریٰ رحمہ اللہ ہیں ان کی ملاقات آپ کے لئے باعثِ شرف و عزّت ہے۔ لہٰذا آپکی نصیحتیں پورے غور و فکر سے سُنئے۔ چنانچہ آپؒ نے حضرت نجم الدین کُبریٰ کی نصائح پر عمل پیرا ہو کر بہت بڑا روحانی حظ اور فائدہ اٹھایا۔

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خواب اور کشف سے کسی بزرگ سے فائدہ حاصِل کرنا ممکن اور شرعًا ثابت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ صرف نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جُز منامات یعنے خواب ہیں۔ یہ قیامت تک باقی رہے گا۔ بزرگانِ دین کا روحانی طریقہ پر ایک دوسرے کی رہنمائی و رہبری کرنا از قبیلہ متواترات ہے۔ اصل یہ ہے کہ روح مرتی نہیں، نہ فنا ہوتی ہے یہ جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد بھی ان کمالات سے آراستہ اور موصوف رہتی ہے جو کمالات اس کو اسوقت حاصِل ہوتے ہیں جب کہ اسکا تعلق جسم کے ساتھ ہوتا ہے، اسی بناء پر امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا: كُلُّ مَنْ يُسْتَمَدُّ فِي حَيَاتِهٖ يُسْتَمَدُّ بَعْدَ مَمَاتِهٖ کہ جس کے فیوض و

برکات کا اس کی ظاہری حیات میں اِستمداد کیا جاسکتا ہے اس کی وفات کے بعد بھی اس سے استمداد کی جاسکتی ہے ۔وجہ یہ ہے کہ روح جسم سے علیٰحدہ ہونے کے بعد باقی رہتی ہے ۔صاحبِ کمال ہونے کی صورت میں اپنے دوستوں کی مدد بھی کرسکتی ہے جیسا کہ تفسیرِ مظہری میں اِسکی تصریح ہے۔غرض ارواحِ طیّبہ سے اِستفادہ اور استفاضہ کرنا ایسا مُسلّم اَمر ہے کہ جس کے مُنکر خوارج اور معتزلین ہی ہوسکتے ہیں ۔غالبًا مسئلہ شیئًا اللہ اسی اصل پر مبنی ہے۔واللّٰہ اعلم۔

(تاج العارفین)۔

☆☆☆

ختمات مروجہ قرآن واحادیث کے ہی کلمارت ہوتے ہیں۔

سوال: ختمات مروجہ قرآن وحدیث کی روشنی میں پڑھنا درست ہے؟

جواب: ختمات میں قرآن وحدیث کے ہی کلمات ہوتے ہیں اور ہر کلمہ کی علیحدہ اور جداگانہ خاصیت ہوتی ہے اسی خاصیت کی بناء پران کوختمات کہتے ہیں۔ تو پھر نا جائز ہونے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی ہے۔

اور اگر ختمات کے بعض کلماتِ توسل کی وجہ حرمت قرار دی جائیں گی جیسے ''مسئلہ شیئاً للہ'' تو یہ وجہ حرمت کی نہیں بن سکتی کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ نے بھی شیئاً للہ کو ختم حضرت محبوب سُبحانیؒ میں لکھا ہے دیکھو ''الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ'' اور پھر اختلاف کس بات میں نہیں ہوتا، زیادہ سے زیادہ پڑھنے والے پہلے ایسے کلمات پڑھنے کے قابل بنیں اور اہل اللہ سے اجازت حاصل کریں۔

(الاعتقاد، اکتوبر ۱۹۸۸ء)

☆☆☆

آیت وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لغَیْرِ اللّٰہ.... کی تشریح وتفسیر!

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جانور کسی ولی یا دوست خدا کے نام پر بعض عوام مسلمین رکھتے ہیں اور ذبح کے وقت مطابق شرع اس پر **بِسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر** پڑھتے ہیں اس سے ان لوگوں کا مقصود اُس بزرگ کو ثواب پہنچانے کے سِوا کچھ نہیں ہوتا جس کی طرف وہ اس جانور کو عارضی نسبت کرتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا جانور شرعاً حلال ہو جاتا ہے یا حرام، یعنی اس نسبت کی وجہ سے ایسے جانور پر حرام ہونے کا حکم لگایا جا سکتا ہے یا یہ کہ ایسا جانور علیٰ حالہٖ اور اپنی حلّت شرعی پر دائم وقائم رہتا ہے تو اس قسم کے جانور کے متعلق دو متضاد جواب دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک گروہ بے سوچے سمجھے اور کلام الٰہی پر غور وفکر کئے بغیر ایسے جانور کو حرام بتاتا ہے اور وہ بزاعم خود ایسے جانور کو۔ **وَمَا اُھِلّ بِہٖ لِغَیرِ اللّٰہ** " چسپاں کرتے ہیں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے: اور تم پر وہ جانور حرام کیا گیا جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے" جیسا کہ مشرکین عرب کا دستور تھا۔ چنانچہ مفسرّ حضرت علاء الدین بن محمد ابراہیم البغدادی الصوفی اپنی شہرہ آفاق تفسیر "لباب التاویل" میں اس کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں۔ "**<u>وَمَا ذبح للاصنام والطواغیت واصلُ الاھلال رفع الصوّت وذالک انھّم کانوایر فعون اصواتھم بذکر المتھم اذاذ لجوالھا فجری ذالک مجری امرھم وحالھم حتیٰ قیمہ لکل ذابحٍ مُھِلّ وَاِنُ لم یجھرابا لسمیہ</u>**" <u>(خازن ۱۱۷).</u>

وَمَا اهلّ به لغير الله ، سے مراد وہ جانور ہیں جو بتوں اور شیطانوں کے نام پر ذبح کئے جائیں۔ مفسرین کہتے ہیں۔ اہلال کا اصلی معنی آواز بلند کرنے کا ہے۔ وہ اس طرح کہ اہل عرب ذبح کے وقت اپنے بتوں کے نام اونچی آواز سے لیتے تھے۔ اب ہر ذبح کرنے والے کو مُہل کہتے ہیں۔ اگر چہ وہ بسم اللہ نہ بھی پڑھے پس اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ وہ جانور قطعاً حرام ہے کہ جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پڑھا جائے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ زیر بحث سوال کو اس آیت سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اس سے متعلق جانوروں کی حُرمت پر استدلال کیا جائے۔ حُرمت ثابت کرنے کے لئے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت کو حکم ہونا چاہئے۔ آیت اگر چہ قطعی الثبوت ہے مگر اس مطلب پر قطعی الدلالت نہیں ہے۔ لہذا اس آیت سے مذکورہ جانور کی حرمت ثابت کرنا سینہ زوری اور بلاوت وحماقت ہے۔

اسی طرح تاج علماء متاخرین حضرت مولنا شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمتہ اللہ علیہ موضح القرآن میں ”وَمَا اُهِلّ به لغيرِ الله“ کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

”اور وہ جانور حرام ہے تم پر، جس پر آواز اُٹھادی یعنی کہیں اس کو ذبح کرنے کے وقت نام سوائے نام خدائے تعالٰی کے اور کس کا“۔

اس طرح محدث دہلویؒ نے فارسی میں ”وَمَا اُهِلّ بهٖ لغيرِ الله“ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: ”وآنچہ آواز بلند کردہ شود رذبح وَے بغیر خدا“۔ تو شاہ صاحبؒ سے بڑھ کر علم فقہات میں کون ہوسکتا ہے۔ لہذا جو حلال جانور عوام مُسلمین

ایصال ثواب کی غرض سے کسی صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ذبح کے وقت شرعی دستور کے مطابق اس پر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھتے ہیں۔اس کے حلال ہونے میں کسی قسم کا شک وشُبہ نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا حلال جانور وَمَا اُھلّ بہِ لِغیر اللّٰہ'' قطاً داخل نہیں ہوتا۔ کیونکہ مُشرکین عرب کبھی بھی ذبح کے وقت بِسمِ اللہ اللہ اکبر نہیں پڑھتے تھے برخلاف اہل اسلام وہ تو بحمد اللہ مطابق معہود دستور شرعی کے اللہ تعالیٰ کا اسمِ پاک ذبح کے وقت لیتے ہیں پس مسلمانوں پر زمانہ جاہلیت کے لوگوں کے احکام چسپاں کرنا اور ان کے حلال جانوروں کو حرام قرار دینا اپنی لاعلمی ونادانی کا ثبوت دینے کے مترادف ہے۔اگر قیامت تک یہ لوگ کوشش کریں گے کہ متنازع جانور کو مذکورہ آیت کی زد میں لانے کی تو ''فلن یفلحو ا ذًا ابدًا'' تو اس میں از روئے انصاف کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ پھر یاد رکھیں کہ جو لوگ اس تصریح کے بعد کسی مذکورہ جانور کے حرام ہونے کی رٹ لگائیں گے تو ہمیں خطرہ ہے کہ وہ مُنکرین قُرآن کی فہرست میں کہیں داخل نہ ہو جائیں، کیونکہ نصِ قرآن ہے۔'' فَکلو اممّا ذُکِرَ اسمُ اللّٰہ عَلیہ''(انعام) کہ جس حلال جانور پر ذبح کے وقت معہود طریقہ سے بِسمُ اللّٰہِ اللّٰہُ اَکبر پڑھی جائے اس میں سے کھاؤ یہ آیت مطلق ہے۔کہ ذبح کے وقت بِسم اللہ حلّت کے لئے کافی ہے۔ پس جس چیز کو ربُّ لعالمین نے حلال قرار دیا کس کی طاقت اور مجال ہے کہ اسے حرام قرار دے۔

اِس تشریح سے آیت'' وما اھل بھِ لغیر اللّٰہ''اور آیت ''فَکلو اممّا ذکرَاسم اللّٰہِ عَلیہ'' میں جو بظاہر تعارض اور ٹکراؤ دکھائی دیتا ہے وہ بھی دور ہو گیا۔یعنی

اگر مطابق خصم وما اھل بہٖ لغیر اللّٰہ سے غیر خدا کی طرف نامزد کرنا ہی بلفرض مراد لیا جائے تو پھر بھی اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ذبح کے وقت تک غیرت کی نسبت ممتد اور بحال رہے اور یہ کہ ذبح کے وقت مشرکین عرب کی طرح غیر اللہ کا نام لیا جائے تب حرمت ثابت ہوگی۔ اس پر دوسری آیت ''فَکلو امِمّا ذکرَاسم اللّٰہِ عَلیہ'' قرینہ اور دلیل ہے کیونکہ اس آیت میں اسم اللہ کے ذکر سے مراد وقتِ ذبح ہے۔ کمالا یخفی۔

پس اے تعصبّ برتنے والو! اور رَبّانی آیات پر غور فکر نہ کرنے والو! کیوں بے سوچ سمجھے حلال کو حرام مبتلا کر آیات اللہ میں تعارض اور تخالف پیدا کرتے ہو؟ یہی تحقیق قریب حضرت محدّث کشمیریؒ نے مشکلات القرآن میں فرمائی ہے۔ مجھے اس وقت اس مسلہ کو زیر بحث لانا مقصود نہ تھا مگر سوپور کے بعض معززاکا بر علماء اسلام نے مجھے اس کے متعلق کچھ لکھنے کا حکم دیا ہے۔

(نوٹ):۔ خلاصۂ جواب یہ ہے کہ قرآن سے ثابت ہے۔ کہ جس جانور پر ذبح کے وقت اسلامی قانون کے مطابق بِسمِ اللہ اللہ اکبر پڑھی جائے وہ حلال ہے اور '' وَمَااُھِلّ بہٖ لغیر اللّٰہ'' ان کافروں کے لئے ہے جو ذبح کے وقت بتوں اور شیطانوں کو نام لیا کرتے تھے۔

(بحوالہ فضائیل واحکام عیدالاضحیٰ صفحہ نمبر ۱۲۹ تا ۱۳۴)

تقلید اور مسالک کی نسبت

سوال: بعض لوگ تقلید شخصی یعنی تقلید ائمہ دین کو بُرا مانتے ہیں اور یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس سے اُمت مرحومہ کے ذہنوں میں جمود طاری ہو گیا ہے؟

جواب: تقلید شخصی یا تقلید ائمہ مجتہدین نے اُمتِ مرحومہ کو بہت بڑا فائدہ پہنچایا ورنہ امت کا شیرازہ بکھر جانے کا زبردست خطرہ تھا۔ تقلید ائمہ دین نے ہمیں مزید تشتت واختلافات سے بچایا۔ تقلید سے دین کے حدود متعین ہو گئے۔ یہ کہنا کہ تقلید ائمہ سے دل ودماغ میں جمود پیدا ہو گیا محض بے بنیاد اور لغو ہے کیا امام غزالیؒ، امام فخر الدّین رازیؒ، ابن حجر عسقلانیؒ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت امام بخاریؒ مقلد نہیں تھے، ضرور تھے۔ تو پھر لغو اور بے بنیاد باتوں سے کیا فائدہ اس وقت جو آپ مسلمانوں میں بے راہ روی اور دین سے بے رغبتی ولاپرواہی دیکھتے ہیں وہ تقلید ائمہ دین اور متابعت سلف صالحین چھوڑنے کی وجہ سے ہے۔

("الاعتقاد" اپریل ۱۹۷۹ء)

سوال: خدارا ذرا یہ بھی بتائیے کسی ایک کی طرف نسبت کر لینی یعنی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی وغیرہ یہ خود اماموں کی تعلیم ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس کتاب میں ہے؟

الجواب: یہ نسبت مختصر طور پر تمام کتابوں میں مذکور ہے مگر آنجناب کو دکھائی نہیں دیتی لہٰذا دور

بین لگا کر کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔ غالبًا اس کی وجہ حسد اور ناروا عداوت ہے خدا اس سے بچائے۔ آیئے آپ کیوں دور جاتے ہیں آنجناب صرف سورۂ فاتحہ (اُم القرآن) کو سرِ نو پڑھیئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یعنی مسلمانوں کو تعلیم دیتا ہے کہ میرے دربار میں " اهدنا الصّراط المستقيم صراط الّذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم والضّآلين کی دعا کرلیا کرو کہ " اے خدا ہمکو سیدھا راستہ (دین حق) دکھایئے (دین حق کیا ہے؟) ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر آپ نے انعام واکرام کیا، ان پر آپ کا غضب اور غصّہ نہیں ہوا اور نہ وہ گمراہ ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ انعام یافتہ حضرات کی دوسری سورت میں تفسیر کرتا ہے " من النبين والصديقين والشهدآء والصّٰلحين (النسآء: ۴: ۶۹)۔ انعام یافتہ حضرات 'انبیاء، صدقین، شہداء اور صالحین ہیں۔ اب آپ ہی کہیں کہ ائمہ مجتہدین صالحین کی فہرست میں داخل ہیں یا نہیں اور انکار کی گنجائش نہیں، تو ماننا پڑے گا کہ انبیاء کی اطاعت وفرمانبرداری اور ان کی معنوی اور لفظی نسبت وتعلق قائم رکھنا ضروری ہے ورنہ انبیاء کے ساتھ صدیقین ،شہداء اور صالحین کے لانے اور بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ پس ان صالحین اور پاکبازوں کی نہ صرف اطاعت وفرمانبرداری کرنا فرض ہے بلکہ ان کی طرف اس لئے نسبت کرنا کہ دین اسلام کے حقیقی خدوخال آپ جیسے مہربانوں کے ہاتھوں سے مٹنے نہ پائیں فرض عین ہے۔ افسوس ہے کہ آپ زبانی زبانی سورۂ فاتحہ کی خوب رٹ لگاتے ہیں مگر اس کے معنی سے بے بہرہ اور بے خبر محض ہے۔ پیر جی! اسی آیت سے تقلید شخصی اور ضرورتِ مرشد کامل بھی ثابت ہوجاتی ہے اور اسی آیت سے اُن لوگوں پر زبردست گرفت ہوتی ہے جو یہ

کہتے ہیں نفس قرآن اور نفس حدیث ہوتے ہوئے ان پاکبازوں کی اتباع اور پیروی کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپکو اور ہمکو چشم بینا عطا کرے تو بڑے اسرار و معانی اس آیت سے منصۂ شہود پر آتے ہیں۔

(''الاعتقاد'' اپریل ۱۹۸۲ء)

☆☆☆

ذکر باالجھر

"بعض کلمات جہر سے پڑھنا احادیث سے ثابت ہے البتہ جہر افراط اور طریقہ اعتدال سے متجاوز نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اگر اس قسم کے اعتقادی وظیفہ پڑھنے سے دوسرے مسلمانوں کے کان آشنا ہوں گے اور سننے والوں کے دلوں کے لئے باعث تسکیں ہو جائیں تو زہے سعادت، پھر میرے نزدیک خوانق اور مساجد کے احکام ایک سے نہیں کہ جس طرح اوقاتِ نماز میں مبلغین کی تبلیغ مسجدوں میں جائیز ہے اسی طرح ان کلمات کا جہر سے پڑھنا بطریق اولٰی جائز ہے کہ دونوں کی غرض تبلیغ اور تقرب الی اللہ ہے"۔(التّنویر بذکر الامیر الکبیر صفحہ نمبر۔۷۰)

الف) اذکار اور اوراد کا جھراً پڑھنا کسی آیت یا حدیث سے ممنوع ثابت نہیں۔

سوال: مہربانی فرما کر اس سوال کا جواب اپنے موقر ماہنامہ میں شائع فرما کر ثوابِ دارین حاصل کریں کہ ہمارے ملک کی مساجد میں نمازوں کے بعد اوراد و اذکار جہراً یعنی اونچی آواز سے پڑھتے ہیں۔فرمایئے نمازوں کے بعد اوراد و اذکار پڑھنے اور اونچی آواز سے پڑھنے کی کوئی شرعی جوازیت ہے؟

(عبدالرحمٰن ڈار، گامرو)

الجواب: نمازوں کے بعد اذکار و اوراد پڑھنا بیسوں احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ خود

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث جو صحیح بخاری میں مذکور ہے اس پر شاہد عدل ہے اور اس سے انکار کی ذرا برابر گنجائش نہیں۔ بعض مفسرینِ کرام نے آیت وَا صْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَ لَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ ج تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ج وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَ اتَّبَعَ ھَوٰہُ وَ کَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا ○ (الکھف: ۲۸) [(اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں کیا تم دنیا کی زندگانی کا سنگھار چاہو گے، اور اس کا کہانہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا (کنزالایمان)] اور فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ○ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ○ (الانشرح: ۸۔۷) [تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو۔ اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔ (کنزلایمان)] سے اس کا اثبات کیا ہے۔ اور پھر مشائخ کرام اور علماءِ اسلام کا تعامل خود اس کا جواز و مستحب اور بعض اذکار کے مسنون ہونے پر بجائے خود بہت بڑی دلیل ہے، البتہ سوال ہے کہ یہ کلمات جہراً پڑھنے جائز ہیں یا نہیں؟ تو ایسے کلمات اور اذکار و اوراد کا جہراً پڑھنا کسی آیت یا حدیث سے ممنوع نہیں ہے بلکہ بعض کلمات کا جہراً اور کلمات کا سرّاً پڑھنا مسنون ہے لیکن کچھ بھی ہو کسی صورت میں بھی افراط و تفریط سے کام نہ لیجیے یہی وہ صورت ہے کہ جہاں فقہائے احناف اور مشائخ طریقت کے اقوال ہو سکتے ہیں اور پھر اس دہریت و غفلت اور اسلامی اعمال سے بیگانگی کے زمانہ میں اونچی آواز سے کلماتِ

طیبات کا پڑھنا ممنوع قرار دینا بے علمی، تعصب اور شدت پسندی کا نتیجہ ہے، ورنہ زیادہ سے زیادہ بحث اَولیٰ اور غیرِ اولیٰ میں ہوگی و ھو کما تریٰ ۔افسوس ہے کہ اورادِ فتحیہ اونچی آواز سے پڑھنے والوں کو ٹوکا جاتا ہے اور ان کو مشرک بنایا جاتا ہے اور جو نماز کے بعد مسجدوں میں غیبتوں اور کفر و شرک کے مشین گن کھولتے ہیں ان کی عقل و فراست پر ماتم کرنے والا ایک بھی نہیں !اس سلسلہ میں مفصّل بحث حجۃُ اللہ البالغہ میں آپ کو ملے گی۔

(نوٹ:۔ چونکہ خادم نے علامہ بخاری رحمت اللہ علیہ کا صرف ایک فتویٰ پیش کیا ہے جس کو ہم نے اپنی تالیف رسالہ ذکریہ میں بھی شامل کیا ہے مذید اس سلسلہ میں حضرت علامہ سید محمد قاسم شاہ ساحب بخاری رحمت اللہ علیہ کی انفاس قدسیہ فی شرحِ اورادفتحیہ کا مطالعہ بہت ہی فایدہ مند ہے۔)

(رسالہ ذکریہ)

☆☆☆

قرآن اور اهل بیتؓ

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنِّي تَارِكٌ فِيْكُمْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الْآخَرِ: كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ وَ عِتْرَتِي: أَهْلُ بَيْتِي وَ لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِي فِيْهِمَا. هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ(أخرجه الترمذی فی السنن، کتاب: المناقب عن رسول اللّٰه ﷺ، باب: فی مناقب أهل بیت النبی ﷺ، ٥/٦٦٣، الرقم: ٣٧٨٦/٣٦٨٨، والنسائی فی السنن الکبری، ٥/٤٥، الرقم: ٨١٧٨، ٨٧٦٧، والحاکم فی المستدرك، ٣/١١٨، الرقم: ٨٥٧٦، والطبرانی عن أبی سعید ﷺ فی المعجم الأوسط، ٣/٣٧٤، الرقم: ٣٤٣٩)

ترجمہ: ’’حضرت زید بن ارقم ﷺ ہیں کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے درمیان ایسی دو چیزیں چھوڑ کر دُنیا سے رخصت ہو رہا ہوں کہ اگر تم ان کا دامن پکڑے رہو گے اور اُن کی اتباع و پیروی کرتے رہو گے تو تم میرے بعد ہر گز گمراہ نہ ہو گے۔ ان دونوں چیزوں میں ایک چیز دوسری چیز سے بڑی ہے، وہ اللہ کی کتاب قرآنِ مجید ہے؛ یہ ایک رسی ہے جو آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی ہے یعنی ہر چیز پر محیط ہے۔ دوسری چیز میری اہلِ بیت ﷺ ہیں، یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوضِ

کوثر پر وارد ہوں گے۔ پس غور کرو کہ میرے بعد ان دونوں سے کیا معاملہ کرتے ہو؟'' (یہ حدیث حسن غریب ہے۔)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیثِ مبارک میں تاکید فرمائی کہ قرآن اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کو مضبوطی سے پکڑے رہیں۔ مطلب یہ کہ اگر ہدایت کی تلاش ہے، تو کتاب اللہ کی طرف رجوع کریں اور اگر پاکیزگی اور تقویٰ وطہارت کا نمونہ دیکھنا ہو تو اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی اقتداء اور پیروی کریں اور ان کی محبت وعقیدت جُزوِ ایمان سمجھیں۔ یہی دو چیزیں اسلامی زندگی کے دوستون ہیں، دونوں چیزوں کا تجزیہ ملاحظہ فرمائیں:

جہاں تک پہلی چیز ''قرآن مجید'' کا تعلق ہے تو سب جانتے ہیں کہ عصرِ حاضر میں مسلمان سب سے زیادہ قرآنِ کریم کے احکام وہدایت سے غافل اور بے بہرہ ہیں اور آج کا مسلمان وقتی علوم وفنون میں گو کافی ترقی کر چکا ہے مگر وہ قرآن حکیم اور اس کے احکام سے غافل ہے مگر عملاً اور علماً قرآنِ کریم سے دور ہونے کے باوجود یہ خوش قسمت اپنے اعتقاد میں اپنے آپ کو پکا مسلمان قرار دیتا ہے اور اپنے اسلام پر نازان ہے۔

دوستو! اسلام صرف چند اعتقادات ومفروضات کا نام نہیں؛ اسلام تو مکمل ضابطۂ حیات اور ربّانی احکام کی پابندی کا نام ہے، یہ مقام قرآنِ مجید کو پڑھے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، قرآن سے دور افتادہ لوگ قرآن حکیم کے مقصد کو کیا سمجھیں کہ۔

''بے علم نتواں خدارا شناخت''

پس اگر آپ کے دل میں واقعی اپنے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کچھ

احترام و عزّت ہے تو خود بھی قرآن پڑھیئے اور اس کا معنیٰ و مطلب سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ اس موقعہ پر ہمیں ان لوگوں کے حال پر سخت حیرانی ہے جو مسلمان ہونے کے باوجود اپنے خود ساختہ خیالات کی وجہ سے دُنیا بھر کے مسلمانوں کے احساس اور بنیادی معتقدات سے کٹ جاتے ہیں اور ذاتی مخترعات کی بناء پر مسلمانوں کو بجائے حرم کے سومنات کے طرف رہبری کرتے ہیں۔ اسی طرح ہمیں ان مسلمانوں پر بھی سخت افسوس ہے جو قرآنِ حکیم کے سمجھنے کے باوجود اُسے سیاسی مصلحت کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ بے شک قرآن رحمت ہے، برکت ہے اور اپنے پیروؤں کے لئے باعثِ نجات ہے؛ مگر شرط یہ کہ پورے اخلاص اور ایمانداری سے اس پر عمل کیا جائے۔ بدقسمتی سے کہیں بھی اُس پر عمل نہیں ہوتا۔ اس لئے مسلم اُمہ پر فرض ہے کہ اپنے اعمال و افکار کو قرآنِ حکیم کے تابع بنائیں؛ اسی صورت میں ان کا شمار مسلمانوں میں ہوگا اور اسی صورت میں دینی اور دنیاوی لحاظ سے مسلمان کامیاب و کامران ہوں گے۔ ورنہ زبان سے مسلمان کہنے اور کہلانے اور عملاً اغیار کے ہاتھ بٹانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ طریقِ کار پسند نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

حدیثِ مذکور کے دوسرے جُز کا تجزیہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی اطاعت و پیروی پر امت کو اُبھارا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اہلِ بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کون لوگ مراد ہیں؟ کیا اہلِ بیت رضی اللہ عنہم سے صرف وہ لوگ مراد ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلق رکھتے ہیں خواہ از روئے اعتقاد و اعمال، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیماتِ شریفہ سے کوسوں دور کیوں نہ

ہوں۔اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اہلِ بیت سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جو آپ ﷺ کی ہدایات وتعلیمات پر خود بھی گامزن ہوں اور دوسرے لوگوں کو بھی آپ ﷺ کی تعلیم واتباع کی طرف ترغیب دیتے ہیں خواہ انہیں آپ ﷺ کے ساتھ نسبی تعلق ہو؛ جیسے حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، اور خواہ آپ ﷺ کے ساتھ نسبی تعلق نہ ہو جیسے حضرت شیخ نورالدین ولی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم۔ یہ سب اہلِ بیت میں داخل ہیں۔اور وہ سادات قطعاً اہلِ بیت رسول ﷺ میں داخل نہیں ہیں جن کے اعتقادات اور اعمال اور جن کا درون و بیرون قرآن وسنّت کی تعلیمات کے خلاف ہے۔اسی طرح وہ لوگ بھی اہلِ بیت میں داخل نہیں جو اعمالِ صالح اور ظاہری حسنِ کردار کے باوجود قادیانیوں، لاہوریوں، چکڑالویوں اور بدباطنوں وغیرہم کا ساتھ دیتے ہیں اور درپردہ ان کی اعانت اور امداد کر کے جمہور مسلمین سے کٹ جاتے ہیں۔ پس ایسے سادات سے نہ مرغوب ہونا چاہیے اور نہ ایسے حضرات سے تعلقات کو استوار کرنا چاہیے۔ ہاں اگر سادات کا نمونہ دیکھنا ہو تو شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے جانبازوں کی طرف دیکھنا چاہیے کہ انہوں نے قرآن وسنت کی عظمت وحرمت اور اس کے بقاء واحیاء کیلئے کربلا کے میدان میں وقت کے سرکش اور مغرور انسانوں کے ساتھ ٹکر لے کر راہِ حق میں اپنی مقدّس جانیں نثار کیں مگر قرآن پر اور محمد رسول اللہ ﷺ کے دینِ حق پر آنچ نہ آنے دی۔

سر داد نہ داد دست در دست یزید　　حقا کہ بنائے لا الٰہ الا اللہ است حسین

امام حسین رضی اللہ عنہ نے ساداتِ کرام کو اپنے عمل سے بتایا کہ ربّانی قرب ومرتبہ سجادوں

پر بیٹھ کر حاصل نہیں ہوتا بلکہ ربّانی قرب حاصل کرنے کے لئے اپنا ننگ و ناموس قربان کرنا پڑتا ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے تمام مسلمانوں کو عموماً اور ساداتِ عظام کو خصوصاً اپنے عمل، زہد، ایثار، قربانی، دینی جذبہ اور خدمت سے ہی نہیں بلکہ وقت کے جباروں اور سرکشوں کا مقابلہ کر کے تنبیہہ کی کہ حقیقی سید اور حقیقی مسلمان کے لئے جان کی قربانی دینا آسان ہے مگر دین کے خلاف، اسلام کے خلاف اور سنت کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کی جا سکتی۔

(پندرہ روزہ حنفی، شہید اعظم علیہ سلام نمبر، ۳۰ دسمبر ۱۹۷۹)

☆☆☆

خاتمہ بالخیر کی تعلیمات

ولا تمکُوُ مناو ختم لنا مِنکَ بخیرٍ وَ عَا فیتہٍ بلا محنتٍ لجمعُن“.

اس دعا میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عارف عابد اور پرہیز گار مسلمان کو ہر وقت خاتمہ بلخیر کی فکر ہونی چاہیے اور اپنی عبادت، اپنے علم ونسبت پر ناز نہ کیا کرے، ورنہ اس راہ میں سخت مشکلات پیش آئیں گے۔ لہذا عبادت کے بعد نرمی وخاکساری کی ضرورت ہے تب ایمان حاصل ہوگا۔ چنانچہ حضرت امام سیوطیؒ اس بارے میں ایک حدیث لاتے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پہلے زمانہ میں ایک شخص جس نے ایک جزیرہ میں چھ سو برس اللہ کی عبادت کی تھی، حق تعالیٰ نے اس کے لئے وہاں شریں پانی کا ایک چشمہ جاری اور انار کا ایک درخت پیدا فرمایا دیا تھا۔ جسمیں روزانہ ایک انار لگتا اور وہ اسکی غذا کیلئے کافی ہو جایا کرتا تھا۔ جب اس کا انتقال ہو تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جاؤ جنت میں میری رحمت اور فضل سے کہنے لگا نہیں اے پروردگار بلکہ چھ سو برس کی عبادت کی وجہ سے تب حق تعالیٰ نے محاسہ شروع فرمایا کہ تیری یہ چھ سو برس کی عبادت تو میری عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک نعیمت کی بھی مکانات نہیں کرسکتی میں نے تیرے لئے انار کا درخت اگایا جسمیں روزانہ پھل لگتا تھا حالانکہ دوسروں کیلئے سال بھر میں صرف ایک بار پھل اگتا تھا۔ تاکہ اس تعمت کا تو مستحق کا بنا پر ہوا؟ منیز میں نے تجھ کو اتنی دراز عمر عطا فرفائی حالانکہ دوسرں کی عمر اس سے بہت کم ہوتی تھی۔ نیز اس مدت دار شک میں نے تجھ کو عبادت کی طاقت بخشی حا

لانکہ دوسروں میں یہ طاقت نہیں بخشی ۔ میں نے تجھ سے شیطان کو دُور اور تُجھے اس سے محفوظ رکھا حالانکہ لوگوں کو وہ بہت تباہ و برباد کر چکا ہے تیز اتنی مدت دراز تک میں نے تجھ کو تندرست رکھا جب کہ دوسرں کو اتنی صحت نہیں بخشی میں نے تیرے جسم کو پیدا کیا خالانکہ لاشی و محض تھا۔ مں نے تیرے حرکات وسکنات کو پیدا کیا اور ہر قسم کی نعمتوں سے تجھے مالا مال کیا (ان بے شماریشگی نعمتوں کی مکافات کا حساب کرنیکے بعد بتا کہ کیا لیکر آیا ہے)۔ اچھا اسکو لے جاؤ دوزخ میں چنانچہ فرشتے اسکو دوزخ کی طرف لے چلے۔ جب میں نے دیکگا کہ تباہ ہو گیا تو عرض کرنے لگا کہ اے پروردگار مجھے جنت میں داخل فرما دیجئے محض اپنے فضل ورحمت سے ۔ حق تعالٰی نے، جو کہ ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین ہے ارشاد فرمایا، اچھا اس کو واپس لے جاؤ اور جنت میں داخل کردو میری رحمت اور فضل سے اس کے بعد اُس سے فرمایا جاؤ جنت میں داخل کردو میری رحمت اور فضل سے اس کے بعد اُس سے فرمایا جاؤ جنت میں تم میرے بڑے پیارے بندے ہو۔

(بحوالہ تریاقِ اکبر فی حاشیہ کبریت احمر صفحہ نمبر ۹۵ تا ۹۶)

ختم شُد

علامہ سید محمد قاسم شاہ بخاریؒ کی مطبوعہ تصنیف وتالیفات

۱۔ تحفۃ المدینہ

۲۔ تحفۃ الانیفہ

۳۔ مسلمۃ الشغار

۴۔ سیرت شفیع المذنبین ﷺ (۱)

۵۔ سیرت شفیع المذنبین ﷺ (۲)

۶۔ رسالہ سیرت رحمت اللعالمین ﷺ

۷۔ سجدہ محمدی ﷺ

۸۔ التاثیر فی حالات الامیرؒ

۹۔ التنویر فی حالات الامیرؒ

۱۰۔ عقد اللولو والمرجان فی مشائخ شاہمدان

۱۱۔ اقوال الصادقین

۱۲۔ سیرت محبوب العالمؒ

۱۳۔ اربعین

۱۴۔ رسالہ فیضان رمضان

۱۵۔ عین البرکات

۱۶۔ کشکول

۱۷۔ خطبہ نکاح

۱۸۔ قصیدہ مالقی سہیلی

۱۹۔ ایک خاص فتویٰ

۲۰۔ رسالہ مولد شریف

۲۱۔ خاص فتویٰ

۲۲۔ رسالہ رویئت ہلال

۲۳۔ نظام تعلیم وتربیت

۲۴۔ دینیات مکمل تین حصے

۲۵۔ کشمیر میں ظہور اسلام

۲۶۔ سیرت امام اعظمؒ (اول)

۲۷۔ سیرت امام اعظمؒ (دوم)

۲۸۔ سیرت امام اعظم (سوم)

۲۹۔ المقالۃ النابغہ

۳۰۔ المقالۃ السابغہ

۳۱۔ توبہ شاتمِ رسول ﷺ

۳۲۔ صلوٰۃ کسوف وخسوف

۳۳۔الارشادات النبویہ ﷺ

۳۴۔تحفہ کبرویہ

۳۵۔ختم نبوت ﷺ

۳۶۔رفع ونزولِ عیسیٰؑ

۳۷۔شہادت قرآن

۳۸۔تعلیمات قادریہ

۳۹۔ترجمہ اوراد قادریہ

۴۰۔تحفہ قادریہ

۴۱۔اثبات تقلید (اول)

۴۲۔اثبات تقلید (دوم)

۴۳۔معمولات اہل صفا

۴۴۔حیات حضرت علامہ بابا داؤد خاکیؒ

۴۵۔رسالہ علم غیب

۴۶۔تریاق اکبر

۴۷۔شفاء البشر فی شرح کبریت احمر

۴۸۔زاد آخرت

۴۹۔فضائل درود وسلام

۵۰۔گھر بیٹھے عربی سیکھیں

۵۱۔مولانا مودودی اور علماء امت

۵۲۔سیرت حضرت امام حسینؑ

۵۳۔حیات حضرت امام زین العابدینؑ

۵۴۔قول حق

۵۷۔تذکرۃ الغوثیہ (اول)

۵۸۔تذکرۃ الغوثیہ (دوم)

۵۹۔درۃ التاج

۶۰۔خطوط النبی ﷺ

۶۱۔مخلصین کی قربانیاں

۶۲۔سیرت حضرت غوث الاعظمؒ

۶۳۔تذکرہ حضرت ابراہیمؑ

۶۴۔تذکرہ ابراہیم واسمٰعیل واسحاق

۶۵۔رسالہ مشروعیت شب برات

۶۶۔معراج النبی ﷺ ا

۶۷۔نور البصر

۶۸۔فضائل رمضان المبارک

۶۹۔عظمت قرآن

۷۰۔عظمت صاحب قرآن ﷺ

۷۱۔ بصیرۃ السلوک فی شرح ذخیرۃ الملوک (اول)
۷۲۔ بصیرۃ السلوک فی شرح ذخیرۃ الملوک (دوم)
۷۳۔ بصیرۃ السلوک فی شرح ذخیرۃ الملوک (سوم)
۷۴۔ بصیرۃ السلوک
۷۵۔ انفاس قدسیہ فی مقدمہ اورادِ فتحیہ
۷۶۔ التخاطب لاہل التعاقب
۷۷۔ فلسفہ عید قربان
۷۸۔ طریقہ حج
۷۹۔ مناسکِ حج
۸۰۔ اتمام الحج
۸۱۔ فلسفہ قربانی
۸۲۔ حیات محمود
۸۳۔ خطبات ابنِ حجر
۸۴۔ منصب امامت
۸۵۔ حدیثِ مجدد
۸۶۔ تاج العارفین (اول)
۸۷۔ تاج العارفین (دوم)
۸۸۔ تکملہ تاج العارفین
۸۹۔ تذکرۃ علماء اربعہ
۹۰۔ معجزات نبوی ﷺ
۹۱۔ فضائل تراویح
۹۲۔ ایصالِ ثواب
۹۳۔ سلطان العارفینؒ (اول)
۹۴۔ فضائل صحابہؓ
۹۵۔ ولایت و نبوت
۹۶۔ احکام عید الاضحیٰ
۹۷۔ رسالہ فضائل عشرہ ذی الحجہ
۹۸۔ اشغال نقشبندیہ
۹۹۔ سراج السالکین
۱۰۰۔ ترتیب السور حروف المقطعات
۱۰۱۔ کفایۃ البیان فی ترجمۃ القرآن (کشمیری)
۱۰۲۔ تفسیر سورۃ کہف
۱۰۳۔ تفسیر سورۃ نور
۱۰۴۔ تفسیر سورۃ طٰہٰ
۱۰۵۔ تفسیر اُمُ القرآن
۱۰۶۔ تفسیر حواشی

۱۰۷۔التوسل

۱۰۸۔فضیلت علماء حق

۱۰۹۔خلاصہ مقدمہ الشور

۱۱۰۔ام القرآن (تفسیر سورۃ فاتحیہ کشمیری)

۱۱۲۔رسالۃ الاحکام

۱۱۳۔مقدمۃ المقالہ

۱۱۴۔الترحیب والترغیب (عربی)

۱۱۵۔سانحہ موئے مقدس ا

۱۱۶۔یسرن القرآن کا غلط انتساب

۱۱۷۔تقریرات بخاری

۱۱۸۔رہبر حج

☆☆☆☆

کتاب کے دوسرے حصے میں ملاحظہ فرمائیں

Official organ of :
All J&K Anjuman Tableegul Islam
Noor Bagh Chowk, Srinagar, Kashmir (J&K)
Ph: 2412371

عقیدہ توحید و رسالت صلی اللہ علیہ وسلم مطابق اہل سنت والجماعت کی ترویج۔ دینی مسلم
کی خدمت، نشر و اشاعت، مطابق حنفی مسلک و صوفی مشرب کرنا، مساجد و تکیوں کا قیام، تحفظ مقامات، تبلیغی
مراکز کا قیام عمل میں لانا، ریاست جموں میں اسلامی معاشرہ کی اسلام کی روشنی میں، عالمی امن، انسانی
برادری اور مذہبی ہم آہنگی و دوستی کا پیغام۔ اسلامی تعلیمات سے روشناس کرنے کے لئے قرآنی درس
گاہیں، مدارس تعلیم الاسلام، اسلامی لائبریریاں، مرکز کتب الحفاظ بنے اور مدارس و کالج
قائم کرنا، جن کا نصب العین وقت کے اہم تقاضوں کو پورا کرنا ہو۔ مقالے
پڑھنا اور کانفرنسوں کا انعقاد کرنا جن سے مذہبی شعور، سائنسی، ادبی اور
ثقافتی علوم کا فروغ ہو۔ اپنے اخبار، رسائل اور تصانیف کے ذریعہ
اہل سنت والجماعت کو درپیش مسائل و مشکلات سے آگاہ
کرنا اور دینی مزاج کے مطابق
پیش کرنا۔ مستحقین کی مالی امداد کرنا